بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور رسالہ

"تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک"

کا سلیس اور عام فہم ترجمہ

بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

از

محمد اظہر الدین علیمی نظامی

درجہ عالمیت دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

ناشر

مرکز البحوث الاسلامیہ (اسلامک ریسرچ سینٹر) لکھنؤ (انڈیا)

نام کتاب: بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت

عربی نام: تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی ﷺ والملک

مصنف: امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ

ترجمہ وتہذیب: اظہر الدین نظامی علیمی (متعلم دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی)

زیر نگرانی: حضرت مولانا محمد طیب نظامی علیمی صاحب (استاذ دار العلوم علیمیہ)

نظر ثانی: حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب مصباحی (استاذ دار العلوم علیمیہ)

کمپوزنگ وتقدیم: مولانا غلام سید علی علیمی علیگ (استاذ دار العلوم علیمیہ)

طبع اول: جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ / اپریل ۲۰۱۵ء

تعداد صفحات: ۹۶

ہدیہ: ۶۰ روپے

ناشر: مرکز البحوث الاسلامیہ (اسلامک ریسرچ سینٹر) لکھنؤ (انڈیا)

۹۱۶۱۰۰۴۷۲۵

ملنے کا پتہ:

- ★ مکتبہ ایوبیہ، پیرا کنک، کشی نگر
- ★ المجمع النورانی، دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی، بستی
- ★ علیمی کتب خانہ، جمد اشاہی بستی

مشمولات

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے مرشد گرامی وقار، صوفی باصفا،

رہبر راہ شریعت وطریقت، خطیب البراہین

حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین محدث بستوی علیہ الرحمہ

کی طرف منسوب کرتا ہوں۔

جن کی

تعلیم وتدریس، وعظ ونصیحت سے نہ جانے کتنے

گم گشتان راہِ ہدایت جادہ مستقیم پر گامزن ہوئے۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

عقیدت کیش

محمد اظہر الدین نظامی علیمی

ہدیہ تشکر

میں اپنے ان تمام اساتذۂ کرام کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، جن کی تربیت نے مجھ ہیچ مداں کو اس خدمت کے لائق بنایا، اور جن کی حوصلہ افزائیوں نے اس کام میں میرا ہر ہر قدم پر ساتھ دیا۔

بالخصوص ادیبِ شہیر حضرت علامہ فروغ احمد مصباحی صاحب صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ کو، جنھوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اس کتاب کو جستہ جستہ دیکھا، اور ایک وقیع تقریظ سے نوازا۔

حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین مصباحی صاحب کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے کیوں کہ حضرت نے اس کتاب پر بالاستیعاب نظر ثانی فرمائی اور اصلاح فرمائی۔

حضرت مولانا محمد طیب علیمی صاحب کو کیسے بھول سکتا ہوں، مختصر لفظوں میں بجا طور پر کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ بھی ہوا حضرت کی عرق ریزی کا نتیجہ ہے، اس کام پر ابھارنا، پھر کتاب کا عربی نسخہ عطا فرمانا، اس کے بعد دقت نظر سے اصلاح کرنا سب حضرت ہی نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود سر انجام دیا، اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر سے نوازے۔

حضرت مولانا غلام سید علی علیمی علیگ کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں کہ حضرت نے عربی نسخے کی دو سافٹ کاپی عنایت فرمائی، جن کی وجہ سے پیش آنے والی بہت سی مشکلات حل ہو گئیں، اور جزوی طور پر گراں قدر مشوروں سے بھی نوازنے کے علاوہ ایک قیمتی مضمون

تقدیم کے طور پر سپرد قرطاس کیا۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے ان احباب کا شکریہ نہ ادا کروں جن لوگوں نے کسی بھی طور میرا تعاون کیا، بالخصوص میرے رفیق درس مولانا محمد مجیب الدین علیمی صاحب جنھوں نے اس کام میں میرے ساتھ دن رات ایک کر دیا۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء

سب سے اخیر میں، میں اپنے والدین کریمین کا ممنون کرم ہوں جن کی دعاؤں ہی کی وجہ میں اس کام کو سرانجام دے سکا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کرم فرماؤں کا سایہ مجھ پر تادیر قائم رکھے۔ آمین!

محمد اظہر الدین نظامی علیمی

تقریظ جلیل

حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی

"تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی والملک" علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان [متوفی ۹۱۱ھ] کی مختصر عربی کتاب ہے، موضوع نام سے ظاہر ہے، زیر نظر کتاب، اسی عربی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔

یہ ترجمہ عزیزی محمد اظہر الدین علیمی دیوریاوی نے کیا ہے، کچھ حصہ عجلت میں پڑھنے کا اتفاق ہوا، اردو ترجمہ مترجم کے بالکل نا آموز ہونے کے باوجود رواں دواں لگا، اندازہ ہوا کہ:

ع نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اولی

آں عزیز شریف، سنجیدہ، نیک، محنتی اور باذوق طالبِ علم ہیں، انہی خوبیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صلاحیت سے نوازا ہے، جس کا یہ جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

موضوع بہت پیارا ہے، یعنی "بیداری میں حضور کی زیارت" ان شاء اللہ موضوع کی برکت بھی حاصل ہوگی، مولیٰ تعالیٰ یہ کام قبول فرمائے اور مجھے اور ان کو اور تمام قارئین، بلکہ جملہ مومنین کو خواب و بیداری میں زیارت رسول کی توفیق ارزانی کرے۔ آمین! اے کاش!

ع فروغ اپنے شبستاں میں بھی ایسی روشنی چمکے

مخلص

فروغ احمد اعظمی مصباحی
خادم دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی، بستی

۵؍جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ
۲۶؍مارچ ۲۰۱۵ء

سخن چند

حضرت مولانا محمد طیب علیمی ، استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی ، بستی

مدارس اسلامیہ کی دنیا میں موجودہ علمی انحطاط و ادبار کسی بھی ذی شعور پر مخفی نہیں ہے، بیش تر طلبہ اپنے مقاصد سے کوسوں دور نظر آتے ہیں۔ اس کے پیچھے کیا اسباب وعوامل کارفرما ہیں؟ اور ان کا تدارک کیسے ممکن ہے؟ اساتذہ کرام اور ذمہ داران حضرات کے لیے یہ ایک نہایت سنگین مسئلہ ہے۔ تاہم ایسے ماحول میں جب کوئی طالب علم ہمت وحوصلہ سے لبریز اور اپنی ذمہ داریوں کے احساس سے سرشار نظر آتا ہے تو یقیناً اسے دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور مستقبل میں اس کی ذات سے بندھی ہوئی قیادت امت اور خدمت دین متین کی شمع امید کی لو تیز ہو جایا کرتی ہے۔

عزیز سعید محمد اظہر الدین صدیقی (درجہ عالمیت دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی) نیک طینت، باذوق، محنتی، بلند حوصلہ اور ذمہ دار طالب علم ہیں۔ ان شاء اللہ الرحمن مورخہ ۵ر اپریل ۲۰۱۵ء کو انھیں دستار عالمیت سے نوازا جائے گا، اس مبارک ومسعود موقع پر عام طلبہ کی روش سے ہٹ کر انھوں نے اپنے احباب کو دعوت نامہ پیش کرنے کے لیے میرے پاس موجود امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے رسالہ "**تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک**" کا از خود انتخاب کرلیا اور مجھ سے مشورۃً کہا کہ میں اس رسالے کا ترجمہ دستار بندی میں دعوت نامہ کے طور پر چھپوانا چاہتا ہوں۔

میرے اپنے خیال میں رسالہ مذکور کے ترجمہ سے کہیں زیادہ اہم اور ضروری اس کی تخریج کا کام ہے، بغیر تخریج کے یہ رسالہ ناقص ہے، لیکن اس کے باوجود میں نے ان کے

ذوق کو سراہتے ہوئے ان کے ارادے کی مکمل تائید کی۔ چونکہ تنگی وقت کے پیش نظر تخریج کا کام ممکن نہ تھا اس لیے میں نے تاکید کر دی ہے کہ بہت جلد ہی اس کا اگلا ایڈیشن تخریج کے ساتھ ضرور لانا ہے۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اس کام کی تکمیل کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

ترجمہ کا کام شروع ہوا، کام کے دوران میرے پاس موجود نسخے میں ڈھیر ساری دشواریاں سامنے آئیں اور عبارتوں کے اختلال کی وجہ سے صحیح مفہوم تک رسائی مشکل ہو رہی تھی، اور اس پر طرّہ یہ کہ اس نسخے کی کوئی تحقیقی حیثیت بھی نہ تھی، اس لئے کہ اس کو کسی نامعلوم ویب سائٹ سے نکالا گیا تھا اور اس پر کسی مطبع وغیرہ کا نام ونشان نہ تھا۔

اسی دوران دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے مؤقر استاذ حضرت مولانا غلام سید علی علیمی علیگ صاحب سے رابطہ ہوا اور ان کی مدد سے رسالہ کا ایک مخطوطہ اور ایک تحقیقی مطبوع نسخہ انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ کرنے میں کامیابی مل گئی۔

دستیاب ہونے والا مخطوطہ کوئی زیادہ معتبر معلوم نہیں ہوتا تھا، البتہ جب تحقیقی نسخے اور میرے پاس موجود کاپی سے اس کا مقابلہ کیا گیا، تو مخطوطہ کے حوالے سے کافی اطمینان ہو گیا۔

تحقیقی رسالہ جسے لوڈ کیا گیا، اس پر تحقیق کا کام ڈاکٹر محمد زینھم محمد عزب قاہرہ مصر نے کیا ہے، یہ نسخہ ۱۰۵ صفحات پر مشتمل ہے، اور مکتبہ دارالامین قاہرہ نے اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۳ء میں شائع کیا، اسی ایڈیشن کی کاپی مترجم کے سامنے بھی موجود تھی۔

یہ ترجمہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کا عربی متن بھی افادیت کے پیش نظر آخر میں دے دیا گیا ہے، یہ متن تینوں نسخوں کو سامنے رکھ کر نقل کیا گیا ہے، البتہ زیادہ تر اعتماد ڈاکٹر محمد زینھم کے تحقیقی نسخے پر ہے۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر محمد زینھم کے تحقیقی نسخے میں بھی تخریج نہیں کی گئی ہے۔

معذرت کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے میں کماحقہ وقت

نہیں دے پایا، اس کی ایک بڑی وجہ وقت کی قلت بھی تھی، کیوں کہ ترجمہ کا پروگرام ایسے وقت میں بنایا گیا جب کہ جلسہ دستار میں صرف ایک ماہ رہ گیا تھا۔ پھر بھی جو ہوا اس پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے۔

اسے اتفاق ہی کہا جائے گا کہ ترجمے کا کام جوں ہی مکمل ہوا میرے ایک کرم فرما حضرت مولانا اختر رضا صاحب مصباحی (استاذ دار العلوم انوار العلوم بھرولیا، کرہی، سدھارتھ نگر، یوپی) نے اطلاع دی کہ اس کتاب کا ترجمہ حضرت علامہ قمر الحسن قمر بستوی صاحب قبلہ دام ظلہ کر چکے ہیں، میں نے عزیزم اظہر الدین کو اس کی خبر دی، تو اضمحلال کے کچھ آثار ان کی پیشانی پر رونما ہوئے، لہذا میں نے ان کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا:

”میاں! کیا ہوا حضرت والا نے گو کہ ترجمہ فرما دیا ہے لیکن اس کی وجہ سے آپ کی کاوش پر کچھ بھی فرق نہ پڑے گا، آپ نے جس مقصد کے تحت کام کیا ہے اس میں آپ کامیاب ہیں، علاوہ ازیں آپ نے ترجمہ کے ساتھ متن کتاب کو بھی شائع کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے، اس لیے اس کی اہمیت و افادیت برقرار رہے گی۔۔۔۔آپ کا ترجمہ اگر چہ حضرت کے ترجمے کی طرح نہ ہو اور بے شک نہیں ہوگا، وہ ہماری جماعت کی بڑی قد آور شخصیت اور بلند پایہ ادیب ہیں، ہمارے اساتذہ کے درجے میں آتے لہذا ان کا ترجمہ حاصل کر کے اس کے بھی استفادہ کر لیجیے“۔

چنانچہ عرس عزیزی میں لگے ہوئے کتاب کے میلے سے ان کا ترجمہ (جاگتے ہوئے دیدار رسول ﷺ مطبوعہ کتب خانہ امجدیہ دہلی ۲۰۱۲) حاصل کیا گیا۔ دو چند مقامات پر ہمارے پاس موجود نسخوں کی عبارت میں کچھ پیچیدگی تھی، آپ کے ترجمہ کی روشنی میں اسے حل کرنے کی کوشش کی گئی اور کافی حد تک کامیابی بھی ملی۔

البتہ اتنی بات ضرور رہے کہ آپ کے ترجمے کا سرسری اور جستہ جستہ مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوا کہ آپ کے پاس کوئی دوسرا نسخہ تھا۔

خیر !اگر حضرت کے ترجمہ کا علم ہوتا تو شاید اس طرف توجہ نہ دی جاتی بلکہ کسی دوسرے انداز سے کام کرایا جاتا، پھر بھی کسی مفید کتاب کے دو چند یا کئی ایک ترجموں سے کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے، ان کے عزم وحوصلہ کو برقرار رکھے ،ان کی محنتوں کو ان کی علمی تعمیر وترقی کا ذریعہ بنائے، علم نافع اور عمل صالح کی دولت سے مالامال فرمائے۔ اور ہم سب کو خواب میں پھر بحالت بیداری حضرت رسالت مآب ﷺ کی زیارت سے مشرف فرمائے۔ آمین! **یارب العلمین بجاہ سید المرسلین علیہ و علی آله افضل الصلوٰة والتسلیم**

مورخہ ۲۵/مارچ ۲۰۱۵ء

تقدیم

(مولانا) غلام سید علی علیمی علیگ استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہیں، یہ کتنا دشوار کام ہے اس کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جو اس خار دار وادی کا راہی ہوا ہو، ترجمہ اس بات کا نام نہیں کہ الفاظ کے معانی لغات سے حل کر کے جیسے تیسے رکھ دیے جائیں، اس کے لیے بیک وقت دو دو زبانوں کا لحاظ کرنا پڑتا ہے، دونوں کی نزاکتوں، لطافتوں، محاورات، ضرب الامثال وغیرہ کو نگاہوں میں رکھنا پڑتا ہے، پھر جا کر کہیں ترجمہ نگاری کا حق ادا ہو پاتا ہے۔

زیر نظر رسالہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے رسالہ "تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک" کا اردو ترجمہ ہے، رسالے کی وقعت، اہمیت اور افادیت علامہ موصوف علیہ الرحمہ کی قد آور شخصیت ہی سے ظاہر ہے، عظیم محدث، مایہ ناز مفسر اور مستند مورخ کے قلم سے نکلا ہوا یہ رسالہ اہل سنت و جماعت کے بہت سے عقائد کو قرآن پاک، احادیث نبویہ اور اقوال سلف کی روشنی میں آشکار کرتا ہے، جس میں سے جاگتی آنکھوں سے دیدار رسول ﷺ کلیدی اور مرکزی موضوع ہے، اس کے علاوہ حیات الانبیا، حیات شہدا، اولیاء اللہ کے تصرفات، بیک وقت کئی جگہوں پر موجود ہونا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس رسالہ میں علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے :

☆ حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کا ذکر کیا ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دے دی تھی کہ ماں کے بطن میں لڑکی ہے یا لڑکا۔

☆ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کا بھی تذکرہ ہے جس میں انھوں

نے مدینہ شریف سے حضرت ساریہ کو ندا دی اور ساریہ رضی اللہ عنہ نے نہاوند میں رہ کر اس کو سن لیا۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کا ذکر ہے، جس میں آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے وصال وقت معلوم ہو گیا تھا۔

☆ حضرت سید احمد کبیر علیہ الرحمہ کی اس کرامت تذکرہ کیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے قبر انور سے دست مبارک کو بڑھا دیا تھا۔

☆ غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کی اس کرامت کا تذکرہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے غوث اعظم سے استفسار فرمایا تھا کہ اے بیٹے تم مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے؟

ان کے علاوہ بہت سے صحابہ، تابعین اور اولیا اللہ کے بہت سے خرق عادت کاموں اور روحانی تصرفات کا تذکرہ ملتا ہے جن کو پڑھ عقیدۂ اہل سنت و جماعت پر قائم رہنے پر تقویت ملتی ہے، اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ ہمارا عقیدہ سلف صالحین کے مسلک و مشرب پر ہے، اور نام نہاد سلفی، سلف کے طریقے سے دور، فریبی اور فریب خوردہ ہیں۔

رہی بات ترجمہ کی! تو ملک و ملت کی مایہ ناز اور مرکزی درس گاہ دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی کے ایک ہونہار طالب علم عزیزم محمد اظہر الدین نظامی علیمی نے جواں سال، متحرک وفعال اور لائق فائق استاذ حضرت مولانا محمد طیب نظامی علیمی کی نگرانی میں انتہائی عرق ریزی کے ساتھ کیا، مزید برآں استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین قادری مصباحی نے نظر ثانی فرما کر اس کی اہمیت کو دوبالا کر دیا۔

ترجمہ کا کام قریب قریب مکمل ہو چکا تھا کہ پتہ چلا کہ یہ کام پہلے ہی ہو چکا ہے، مگر ہم لوگوں نے سوچا کہ دوبارہ ہو جائے بلکہ یہ مبارک رسالہ تو اس قابل ہے کہ اس کا ترجمہ

دسیوں بار اور متعدد زبانوں میں ہو۔

عزیزم محمد اظہر الدین نظامی علیمی نے اس کام کو تکمیل عالمیت پر بطورِ شکریہ انجام دیا ہے، رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے ان کو علم و عمل سے نوازے، اور ہم سب کو نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب فرمائے۔

آمین، بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم

غلام سید علی علیمی علیگ

۴؍ رجمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ ۲۵؍ مارچ ۲۰۱۵ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

جلالۃ العلم علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ

محمد مجیب الدین نظامی علیمی

آج ہم اپنے اسلاف کے علمی، ادبی اور تحقیقی کارناموں کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کی تحقیق و جستجو پر کامل اعتماد رکھتے ہیں، اس کا خاص سبب یہی ہے کہ ان کا زمانہ ہمارے زمانے سے بہتر، ان کی تحقیق و جستجو ہماری تحقیق و جستجو سے درجوں بلند ہے، اور کیوں نہ ہو جب کہ نبیٔ صادق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سچا ارشاد ہے: خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ ہمارے قلب ونظر کو انوار تجلیات کے چشم شیریں سے سیراب کر رہا ہے۔

انھیں اسلاف میں سے ایک مشہور مفسر، ادیب، محدث اور مورخ علامہ جلال الدین سیوطی کی شخصیت ہے، اس مختصر سی تحریر میں ان کی جامع فضائل وکمالات شخصیت کے علم کے کچھ گوشے ہدیہ ناظرین کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

نام ونسب:

حافظ ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر محمد کمال الدین بن سابق الدین بن عثمان فخر الدین بن محمد ناظر الدین بن سیف الدین خضر بن ابی الصلاح ایوب نجم الدین بن محمد ناصر الدین بن شیخ ہمام الدین ہمام خضری سیوطی۔

ولادت:

آپ کی ولادت ماہ رجب ۸۴۹ھ جائے پیدائش قصبہ سیوط ہے، اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے سیوطی کہا جاتا ہے، آپ کے مورث اعلیٰ کی نسبت خضری اور سیوطی سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ آپ کے مورث اعلیٰ خضر کی سکونت کو چھوڑ کر مصر آ گئے اور قصبہ ''سیوط'' میں

بود و باش اختیار کرلی۔

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب ''حسن المحاضرۃ فی اخبار قاہرہ'' میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ میرے جد اعلیٰ کا نام ہمام الدین ہے جو مشائخ طریقت میں سے تھے اور بزرگ اہل وجاہت وریاست تھے، ان میں سے کوئی حاکم شہر تھا، کوئی حاکم کا مشیر، ان میں سے ایک سیوط کے مدرسہ کے بانی تھے، لیکن میرے والد گرامی کے سوا کسی نے علم کی ایسی خدمت نہیں کی جو اس کا حق تھا، ہم لوگ خضر سے تعلق رکھتے ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ یہ تعلق کیسا ہے ہاں مگر اتنا معلوم ہے کہ یہ بغداد کے ایک محلے کا نام ہے اور میں نے اپنے والد گرامی سے سنا ہے کہ ان کے جد اعلیٰ عجمی تھے یا مشرقی تھے۔

ابھی آپ کی عمر صرف چھ سال کی تھی کہ آپ کے والد گرامی ماہ سفر ۸۵۵ھ میں اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔''(۱)

طلب علم:

آٹھ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کرلیا اس کے بعد بالخصوص شیخ شمس سیرامی اور شمس مرزبانی حنفی سے اکتساب فیض کیا اور ان کے علاوہ بھی متعدد ارباب فضل وکمال سے مختلف علوم فنون کا درس لیا، فقہ اور نحو کی تعلیم متعدد شیوخ سے حاصل کیے اور علم فرائض کا علم شہاب الدین شارمساحی سے لیا۔

درس وتدریس اور افتا وتصنیف:

تحصیل وتکمیل کے بعد ۸۶۶ھ میں تدریس کی اجازت ملی اور اسی سال انھوں نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں، چنانچہ آپ کی سب سے پہلی تصنیف ''شرح استعاذ'' اور ''شرح بسم اللہ'' ہے، ان دونوں کتابوں پر آپ کے استاذ شیخ الاسلام علم الدین بلقینی نے تقریظ لکھی، ۸۷۱ھ میں مسند افتا کو زینت بخشی۔

۱۔ حسن المحاضرۃ للسیوطی ج ۱ ص ۱۵۳

تجرعلمی:

آپ اپنی مائے ناز تصنیف ''حسن المحاضرۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے سات علوم (تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع) میں تجر عطا فرمایا ہے''، نیز فرماتے ہیں کہ حج بیت اللہ کے موقع پر آبِ زمزم سے قلبی تشنگی بجھاتے ہوئے میں نے دعا کی تھی کہ ''اے اللہ مجھے علم فقہ میں سراج الدین بلقینی اور علم حدیث میں حافظ ابن حجر کی نیابت عطا فرما'' چنانچہ آپ کی یہ دعا بارگاہ ایزدتعالیٰ میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوئی اور آپ تصانیف آپ کی تجرعلمی پر شاہد ہیں۔(۱)

قوتِ حافظہ:

آپ کی ذہانت وفطانت کا اندازہ آپ کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ خود ہی فرماتے ہیں کہ مجھے دولاکھ سے زائد حدیثیں یاد ہیں، اگر اور بھی مل جائیں تو یاد کرلوں۔

خلوت نشینی:

جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو آپ نے درس وتدریس، افتا وقضا اور تمام دنیوی امور کو چھوڑ کر عبادت وریاضت میں مشغول ہوگئے اور گوشہ نشینی اختیار کرلی۔

حضور ﷺ کی زیارت اور شیخ السنہ کا خطاب:

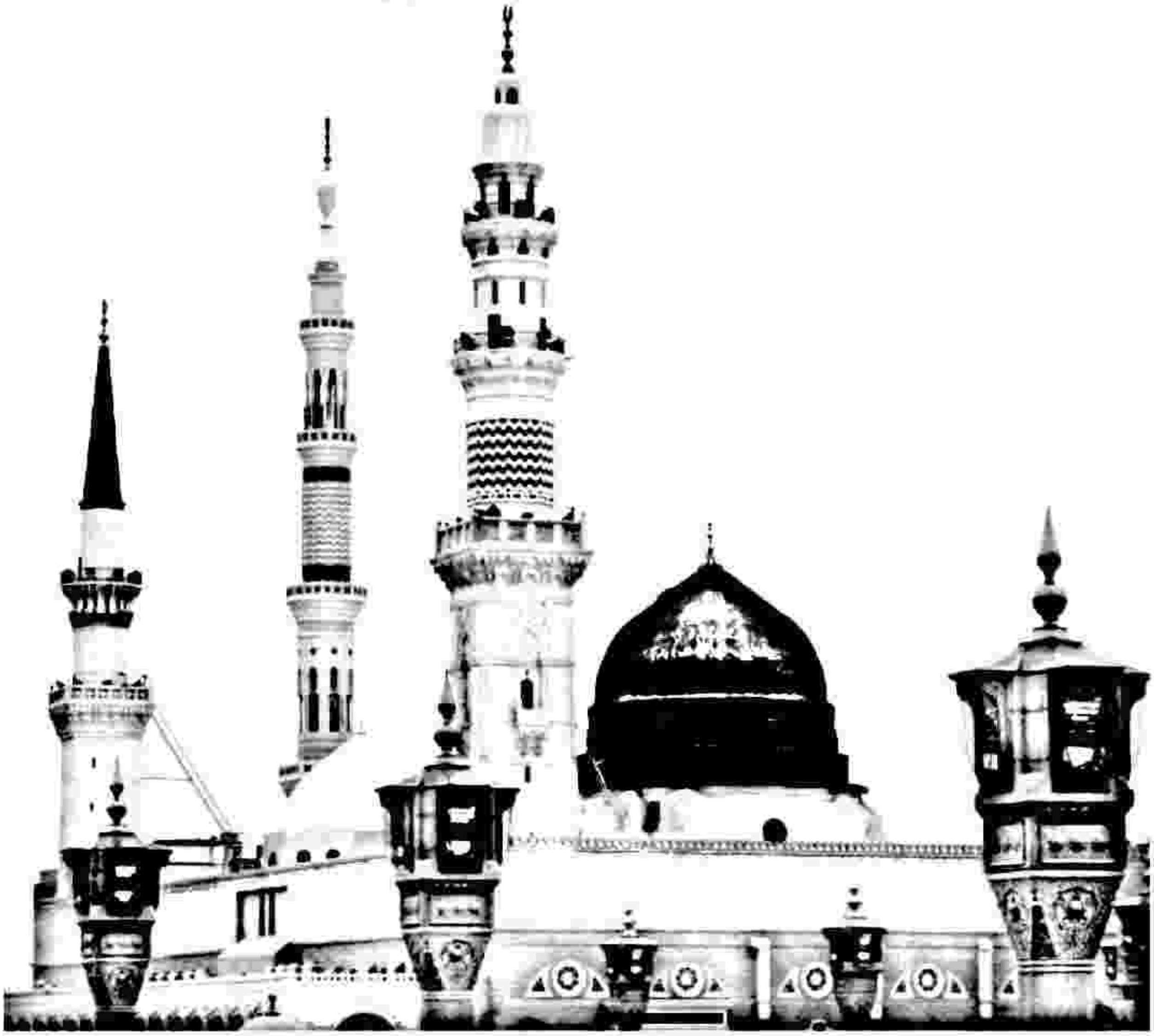
آپ کی یہ دینی خدمت جس میں آپ کے شب وروز گزر رہے تھے، بارگاہ نبوی ﷺ میں مقبول ہوئے، اور رسول اللہ ﷺ نے عالم رویا میں آپ سے دیگر لوگوں سے یا شیخ السنہ یا شیخ الحدیث کہہ کر خطاب فرمایا، حضرت شیخ شاذلی سے منقول ہے، کہ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ سرورِ کونین ﷺ کے دیدار سے کتنی بار شرف یاب ہوئے، آپ نے فرمایا ستر بار سے بھی زائد۔

وصال:

آپ نے ترسٹھ سال کی عمر پائی اور بائیں کلائی میں سوجن آجانے کی وجہ سے جمعرات کے دن ۱۹ر جمادی الاولی ۹۱۱ھ میں اس دارِ فانی کو الوداع کہہ دیا اور مقام قوسون میں آسودۂ خاک ہوئے۔

۱۔حسن المحاضرۃ للسیوطی ج۱ ص ۵۴، الضوء اللامع ج۴ ص ۶۷

بیداری میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت



محمد اظہر الدین علیمی نظامی

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى - وبعد-

صوفیاے کرام جو بحالت بیداری نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اس کے متعلق کثرت سے سوالات اٹھ رہے ہیں حد تو یہ ہے کہ دور حاضر (علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ کے دور میں) علم سے بے بہرہ ایک جماعت نے اس امر کے انکار میں حد درجہ غلو سے کام لیا اور اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوے اس کے ناممکن و محال ہونے کا دعوی کر دیا ہے۔ لہذا میں نے اس موضوع پر یہ کتاب لکھی اور اس کو "تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک" کے نام سے موسوم کیا۔

میں اس بحث کا آغاز اس سلسلے میں وارد شدہ حدیثِ صحیح سے کرتا ہوں، امام بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "جس نے خواب میں میری زیارت کی وہ بحالت بیداری بھی میری زیارت سے سرفراز ہوگا، اس لیے کہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا"۔( )

امام طبرانی نے بھی اسی طرح ایک حدیث حضرت مالک بن عبد اللہ خثعمی اور حضرت ابو بکرہ سے روایت کیا ہے اور اسی کے مثل امام دارمی نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

صحیح بخاری باب من رأى النبی ﷺ فی المنام ج ۲ ص ۱۰۳۵
صحیح مسلم، کتاب الرؤیہ ج ۲ ص ۲۴۲
سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الرؤیہ ج ۲ ص ۶۸۵

حدیث "فسیرانی فی الیقظة" کے متعلق نظریات

علمانے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کے ارشاد گرامی "فسیرانی فی الیقظۃ" میں اختلاف ہے۔

۱ چنانچہ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ قیامت میں مجھے دیکھے گا۔ مگر کچھ لوگوں نے اس قول کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ تخصیص بلافائدہ ہے، اس لیے کہ قیامت کے دن حضور کا ہر امتی آپ کے دیدار سے سرفراز ہو گا، چاہے اس نے خواب میں آپ کی زیارت کی ہو یا نہ کی ہو۔

۲ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس حدیث میں وہ لوگ مراد ہیں جو حضور کی حیات ظاہری میں ایمان لائے لیکن کسی وجہ سے انہیں حضور کی زیارت نصیب نہ ہو سکی، لہذا یہ حدیث ان کے لیے مژدۂ جاں فزا ہے کہ وہ اپنی وفات سے پہلے اسی دنیا میں بحالت بیداری آپ ﷺ کی زیارت سے شادکام ہوں گے۔

۳ اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے، لہذا جس کسی کو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہو تو وہ بحالت بیداری اپنے ماتھے کی آنکھوں سے ضرور آپ ﷺ کی زیارت کرے گا۔

۴ اور اس میں بھی کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ دل کی آنکھ سے دیکھنا مراد ہے۔ ان دونوں توجیہات کو قاضی ابو بکر ابن عربی نے نقل کیا ہے۔

۵ امام ابو محمد بن ابی جمرہ صحیح بخاری سے منتخب احادیث پر اپنے حواشی میں فرماتے ہیں: "یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو نیند کی حالت میں

دیکھا وہ عن قریب آپ ﷺ کو بحالت بیداری بھی دیکھے گا۔

پھر انہوں نے اس پر چند سوالات قائم کئے:

(۱) اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ حدیث آپ ﷺ کی حیات ظاہری اور بعد حیات ظاہری دونوں کو عام ہے؟ یا صرف آپ ﷺ کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص ہے؟

(۲) نیز یہ حکم ہر اس شخص کے لیے ہے جس نے آپ ﷺ کی زیارت کی؟ یا صرف ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جن کے اندر اہلیت پائی جاتی ہو اور وہ آپ ﷺ کی سنّتوں پر عمل پیرا ہوں؟

اور پھر خود ہی ان سوالوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جواب: حدیث کے الفاظ عموم کا افادہ کر رہے ہیں اور جو لوگ دلیل کے بغیر تخصیص کا دعوی کر رہے ہیں وہ حدیث کو معنیٰ غیر ظاہر پر محمول کرنے کی زیادتی کرنے والے ہوں گے۔

نیز انہوں نے فرمایا: کچھ لوگوں نے اس حدیث کے عموم کا انکار کیا ہے اور عقل کا گھوڑا دوڑاتے ہوے یہ کہا ہے کہ زندہ آدمی وفات پائے ہوئے کو اس دنیا میں کیسے دیکھ سکتا ہے؟

لیکن اس قول میں دو اعتبار سے خرابیاں ہیں:

(۱) معترض کا یہ قول حدیثِ رسول ﷺ کی تکذیب کو مستلزم ہے حالانکہ ان کی شان ''لاینطق عن الھویٰ'' ہے۔

(۲) اس میں اللہ کی قدرت سے ناواقفی ہے اور اس کو عاجز ماننا لازم آتا ہے۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ معترض نے سورہ بقرہ میں مذکور گائے کا وہ قصہ سنا ہی نہیں کہ جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہے: "مقتول کو گائے کے بعض عضو سے مارو، ایسے ہی اللہ مردوں کو زندہ فرماتا ہے"( ) اور نہ ہی اس نے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے ساتھ پیش آنے والے چار پرندوں والا قصہ سنا، اور نہ تو اسے حضرت عزیر علیہ الصلاۃ والتسلیم کا قصہ معلوم ہے۔

چنانچہ جو ذات اس بات پر قادر ہے کہ گائے کے ایک حصے سے مارنے کو مردے کی زندگی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو پرندوں کی زندگی کا سبب بنادے اور حضرت عزیر علیہ السلام کے تعجب کو ان کی اور ان کے گدھے کی موت اور موت کے سو سال بعد دونوں کے زندہ ہونے کا سبب بنادے، وہ ذات اس بات پر بھی قادر ہے کہ نیند کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کو بیداری کی حالت میں زیارت کا سبب بنادے۔

آئینۂ رسول ﷺ میں آپ ﷺ کی زیارت

بعض صحابہ (غالباً حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ان کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، تو انہیں یہ حدیث پاک یاد آئی اور غور و فکر کرنے لگے پھر ازواج مطہرات میں سے کسی کی بارگاہ میں گئے غالباً وہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا تھیں اور انھیں واقعہ سنایا تو وہ اٹھیں اور ان کی خاطر حضور ﷺ کا آئینہ مبارک لے آئیں، تو ان کا بیان ہے کہ میں نے اس آئینہ میں رسول کریم ﷺ کے روئے زیبا کی زیارت کی اور اس میں مجھے اپنا چہرہ نظر نہ آیا۔

سورہ بقرہ آہ:۷۳، ترجمہ از کنزالایمان

نیز فرماتے ہیں: یہ ان متقدمین و متاخرین بزرگان دین سے برابر منقول ہوتا چلا آیا ہے جنہوں نے خواب میں حضور کی زیارت کی اور وہ اس حدیث کی تصدیق کرتے تھے کہ اسکے بعد انہیں بیداری میں بھی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور بعض چیزیں جن کے بارے میں دشواری تھی اور جن کو حضور سے انہوں نے عرض کیا تو حضور نے ان کے حل کی تعلیم فرمائی اور ان طریقوں کی نشان دہی فرمائی جن سے وہ امور حل ہو سکتے تھے۔ چنانچہ بے کم و کاست ویسا ہی ہوا جیسا حضور نے فرمایا تھا۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس کا منکر دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ کرامات اولیا کی تصدیق کرتا ہو گا یا انکار کرتا ہو گا اب اگر وہ کرامات کا منکر ہے تو اس سے بحث کی ضرورت ہی نہیں اس لئے کہ وہ ایسی چیز کو جھٹلا رہا ہے جو احادیث میں روشن دلائل سے ثابت ہے اور اگر وہ کرامت کو مانتا ہے تو یہ بھی از قبیل کرامات ہے۔ اس لئے کہ اولیائے کرام کے لئے عالم بالا و زیریں کی بہت ساری چیزیں بطور خرق عادت منکشف کر دی جاتی ہیں۔ لہذا کرامات اولیا کی تصدیق کرنے والا شخص اس امر کا انکار نہیں کر سکتا۔ (امام ابن ابی جمرہ کی بات ختم ہوئی)

امام ابن ابی جمرہ نے جو یہ فرمایا کہ حدیث عام ہے اور ان لوگوں کے ساتھ خاص نہیں جن میں اس کی اہلیت ہو اور جو حضور کی سنتوں پر عمل پیرا ہوں، اس قول سے مراد یہ ہے کہ خواب میں زیارت ہو جانے کے بعد وعدۂ رسالت کی تکمیل کے لئے بیداری میں زیارت ہو گی اگرچہ زندگی میں ایک ہی بار ہو اس لیے کہ حضور کا وعدہ مبارک خلاف نہیں ہو سکتا، البتہ عام لوگوں کو اس کا شرف موت سے ذرا پہلے جاں کنی کے عالم میں حاصل ہوتا

ہے، لہذا تکمیل وعدۂ رسالت کی خاطر زیارت نبوی کے بغیر روح نہیں نکالی جاتی ہے۔ اور خاص لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ انہیں زندگی بھر زیارت رسول کی نعمت ملتی رہتی ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ انکی عبادت و ریاضت اور اتباع سنت کے بقدر زیارت میں بھی کمی بیشی ہوتی ہے، ہاں! سنت نبوی میں کوتاہی اس راہ کی ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

حدیث : حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت مطرف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے عمران بن حصین نے بیان کیا کہ مجھ پر سلام بھیجا جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے علاج کی غرض سے داغ دیا تو سلام کا سلسلہ بند ہو گیا، لہذا میں نے داغنا چھوڑ دیا تو پھر سلام کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

حدیث: اور نیز انہوں نے حضرت مطرف سے دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مرض الموت کی حالت میں مجھے بلایا، اور بولے: میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں لیکن شرط ہے کہ اگر میں باحیات رہا تو میری طرف سے اس بات کو صیغۂ راز میں رکھنا اور اگر میری وفات ہو جائے تو آپ کی مرضی پر ہے، چاہیں تو بیان کر سکتے ہیں، اور وہ بات یہ ہے کہ مجھ پر سلام بھیجا جاتا ہے۔ (یعنی فرشتوں کی جانب سے)

امام نووی علیہ الرحمہ کی تشریح

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بواسیر کی بیماری تھی اور آپ اس کی تکلیف پر صبر کرتے تھے جس کی وجہ سے ملائکہ ان پر سلام بھیجتے تھے لیکن انہوں نے

بواسیر کو داغ دیا اس لئے ملائکہ نے سلام بھیجنا بند کر دیا، پھر آپ نے اس عمل کو چھوڑ دیا تو ملائکہ دوبارہ سلام بھیجنے لگے۔

اور فرمایا کہ دوسری حدیث میں حضرت عمران بن حصین کا یہ قول کہ (اگر میں باحیات رہا تو میری طرف سے اسے صیغہ راز میں رکھنا) اس سے مراد ان پر سلام بھیجنا ہے، اس لیے کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی زندگی میں یہ بات ان کی جانب سے مشہور ہو، اس لیے کہ اس میں فتنے کا خوف تھا، البتہ وفات کے بعد اس کا خوف نہ تھا۔ (اس لئے اس کی اجازت دے دی)

امام قرطبی کی تشریح

امام قرطبی نے شرح مسلم میں فرمایا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ملائکہ ان کے احترام واکرام کے لیے سلام بھیجتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے داغ دیا تو ملائکہ نے ان پر سلام بھیجنا ترک کر دیا، لہذا اس میں کرامات اولیاے کرام کا اثبات بھی ہے۔ انتہی (امام نووی کی بات ختم ہوئی)

حضرت عمران بن حصین پر ملائکہ کا سلام بھیجنا

حاکم نے مستدرک میں حضرت مطرف بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بافادۂ تصحیح روایت کیا ہے کہ حضرت عمران بن حصین نے کہا: "اے مطرف! ملائکہ میرے سر کے پاس، میرے گھر میں، دروازے کے پاس آکر مجھ پر سلام بھیجتے تھے، لیکن جب میں نے داغ دیا تو سلام کا سلسلہ بند ہو گیا، راوی حدیث حضرت مطرف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مرض سے شفایاب ہو گئے تو دوران

گفتگو انہوں نے فرمایا: اے مطرف! جسے میں زندگی بھر کے لئے چھپانا چاہ رہا تھا وہ چیز پھر لوٹ آئی ہے۔

ناظرین! غور فرمائیں کہ حضرت عمران بن حصین داغنے کی وجہ سے ملائکہ کے سلام سے محروم کر دیے گئے باوجودیکہ یہ عمل (داغ کر علاج کرنا) ان کے لیے ضرورت شدیدہ کے درجہ میں تھا، اور ایسا اس لیے ہوا کہ داغنا خلاف سنت ہے۔

امام بیہقی علیہ الرحمہ کا قول

امام بیہقی نے شعب الایمان میں فرمایا اگر داغنے کی ممانعت بطور تحریم ہوتی تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اس ممانعت کا علم رکھنے کے باوجود نہ داغتے، مگر بات صرف اتنی تھی کہ انہوں نے ایک مکروہ امر کا ارتکاب کیا تھا، جس کی وجہ سے ان پر سلام بھیجنے والا فرشتہ ان سے جدا ہو گیا، چنانچہ آپ کو سخت صدمہ لاحق ہوا، اور یہ بات بیان کر دی۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ان کی وفات سے پہلے سلام کا سلسلہ بحال ہو گیا تھا۔ (امام بیہقی کی بات مکمل ہوئی)

علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ کا قول

ابن اثیر نے نہایہ میں فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے آپ پر سلام بھیجتے تھے، لیکن جب آپ نے بیماری کی وجہ سے داغ دیا تو ملائکہ نے آپ پر سلام بھیجنا بند کر دیا، اس لیے کہ داغنا توکل اور مصائب و آلام پر صبر و رضا میں مخل ہے، اور بلا واسطہ بارگاہ خدا سے شفا طلبی میں بھی خلل انداز ہے۔ لیکن داغنے کے جواز کے سلسلے میں کچھ بھی حرج نہیں، البتہ توکل میں حارج ہے۔ اور حقیقی توکل کی شان یہ ہے کہ وہ ایسا بلند رتبہ ہے

جو اسباب ظاہری کو خاطر میں لانے سے الگ ہے۔

حدیث: حضرت ابن سعد نے طبقات کبری میں اس حدیث کو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرشتے حضرت عمران بن حصین سے مصافحہ کرتے تھے یہاں تک کہ انھوں نے داغ دیا تو وہ فرشتے ان سے جدا ہو گیئے۔

حدیث: حضرت ابو نعیم دلائل النبوہ میں حضرت یحییٰ بن سعید قطان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہمارے درمیان بصرہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی صحابی تشریف نہیں لائے، ان کی زندگی کے تیس سال ایسے گزرے کہ ملائکہ ان کے گھر کے چہار جانب سے سلام بھیجتے تھے۔

حدیث: امام ترمذی نے اپنی تاریخ میں، ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل النبوہ میں حضرت غزالہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، آپ فرماتی ہیں کہ حضرت عمران بن حصین ہم کو گھر میں جھاڑو لگانے کو کہتے تو ہم "السلام علیکم" کی صدائیں سنتے تھے لیکن کوئی نظر نہیں آتا، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ فرشتوں کا سلام تھا۔

امام غزالی علیہ الرحمہ کا قول

حجۃ الاسلام امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المنقذ من الضلال" میں فرمایا: پھر جب میں حصول علم سے فارغ ہوا تو صوفیہ کے طریقہ کی طرف متوجہ ہوا، اور جو مفید اور نفع بخش بات میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مجھے یقین کامل حاصل ہو چکا ہے کہ صوفیہ ہی راہ حق پر گامزن ہیں اور ان کی طرز زندگی سب سے بہتر اور ان کا طریقہ سب سے بہتر طریقہ اور ان کے اخلاق سب میں پاکیزہ ہوتے ہیں، حتی کہ اگر

ارباب دانش کی عقلوں، حکما کی حکمتوں اور شریعت کے اسرار ورموز کا علم رکھنے والے علما کے علوم کو یکجا کر دیا جائے تاکہ ان کی سیرت و اخلاق میں کچھ تبدیلی کر کے اس سے بہتر کوئی چیز لے آئیں تو نہیں لا پائیں گے، اس لیے کہ ان کی خلوت و جلوت کے تمام اعمال نور نبوت سے ماخوذ و مستفاد ہیں، اور نبی کریم ﷺ کے نور سے بڑھ کر روئے زمین میں کوئی نور نہیں، جس سے روشنی حاصل کی جائے، یہاں تک کہ امام غزالی نے فرمایا کہ وہ لوگ بیداری کے عالم میں بھی ملائکہ اور انبیاے کرام علیہم السلام کی ارواح کا مشاہدہ کرتے ہیں، ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے اکتساب فیض کرتے ہیں، پھر ان کے درجات میں ترقی ہوتی ہے اور صورت و تمثیل کا بھی مشاہدہ کرتے کرتے ان کی یہ ترقی اس حد تک ہو جاتی ہے جس کے بیان سے زبان قاصر ہے۔ (یہ امام غزالی کی بات تھی)

امام قاضی ابو بکر بن عربی کا قول

اور آپ (امام غزالی) کے شاگرد امام قاضی ابو بکر بن عربی اور مالکی امام "قانون التاویل" میں فرماتے ہیں: "صوفیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب انسان کو طہارت نفس اور تزکیہ قلب کی دولت اور دنیوی اسباب مال و جاہ اور نفس پرستی سے قطع تعلق، نیز ہر لمحہ ہر آن مکمل طور پر توجہ الی اللہ کی نعمت مل جاتی ہے تو اس کا دل کھول دیا جاتا ہے چنانچہ وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ان کی باتوں کو بھی سنتا، اور انبیاے کرام علیہم السلام کی ارواح طیبات سے باریابی اور ان سے ہم کلامی کا شرف پاتا ہے۔

پھر حضرت ابن عربی نے خود کہا کہ انبیا اور ملائکہ کا دیدار نیز ان کا کلام سننا مومن کے لیے بطور کرامت ممکن ہے اور کافر، کے لیے بھی ممکن ہے لیکن سزا کے

طور پر۔ (بات ختم ہوئی)

شیخ عزالدین بن عبدالسلام اور ابن الحاج کے اقوال

شیخ عز الدین بن عبد السلام نے "القواعد الکبریٰ" میں اور ابن الحاج نے "المدخل" میں فرمایا کہ بیداری کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنا ایک دشوار گزار امر ہے، کم ہی لوگ ایسے ہیں جن کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے اور جو اسکے اہل ہوتے ہیں اہلیت کے اوصاف بھی نادر ہیں بلکہ اس دور میں تو تقریباً نایاب ہو چکے ہیں لیکن ان سب کے باوجود ہم ان اکابر کے حق میں اس کا انکار نہیں کرتے، کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن میں جن کی حفاظت فرماتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: بعض علماے ظاہر نے حالت بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا انکار کیا ہے اور اس کی علت یہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار البقا میں ہیں اور دیکھنے والا دار الفنا میں ہے اور فنا ہو جانے والی آنکھ غیر فانی ذات کو نہیں دیکھ سکتی ہے۔

جواب: سیدی ابو محمد بن جمرہ نے اس اشکال کو حل فرماتے ہوئے اور اس کا جواب یہ دیا کہ مومن جب مر جاتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوتا ہے حالانکہ اللہ کو موت نہیں آتی ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک روزانہ ستّر مرتبہ مرتا ہے۔ (انتہیٰ)

امام بیہقی اور قاضی شرف الدین کے اقوال

قاضی شرف الدین ہبۃ اللہ بن عبد الرحیم البارزی نے " توثیق عری الایمان " میں اور بیہقی نے "کتاب الاعتقاد" میں ارشاد فرمایا:" انبیاے کرام کی روحوں کو قبض کرنے کے بعد دوبارہ ان کے اجسام میں لوٹا دیا جاتا ہے،لہذا وہ اپنے رب کے پاس اسی

طرح زندہ ہیں جیسے شہدا زندہ ہوتے ہیں۔

اور بے شک ہمارے نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات انبیاے کرام علیہم السلام کی ایک جماعت کو دیکھا نیز آپ نے فرمایا کہ ہمارا نذرانۂ درود و سلام ان کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے اور حضور کا فرمان حق ہے اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیا علیہم السلام کے جسم کو کھائے۔

بارزی نے فرمایا: ”ہمارے زمانے میں بھی اوراس سے پہلے بھی اولیا کرام کی ایک جماعت کے حوالے سے یہ بات سننے میں آئی ہے کہ انہوں نے بیداری کی حالت میں بعد وفات سرکار دوعالم ﷺ کو باحیات دیکھا ہے“۔اس واقعہ کو امام شیخ الاسلام ابوالبیان نبا بن محمد بن محفوظ دمشقی نے اپنے ”منظومہ“ میں ذکر فرمایا۔انتہی۔

شیخ اکمل الدین بابرتی حنفی کا قول

شیخ اکمل الدین بابرتی حنفی نے ”شرح المشارق“ میں حدیث "من رآنی" کی شرح کرتے ہوئے فرمایا: ”بیداری اور نیند کی حالت میں دو شخصیتوں کا جمع ہونا ان چیزوں کی بناپر ہے جن کی وجہ سے دونوں کے مابین اتحاد اور مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور اتحاد کے پانچ کلی اصول ہیں: (۱) ذات میں اشتراک ہونا۔(۲) ایک یا چند اوصاف میں اشتراک ہونا، (۳) ایک حالت یا چند احوال میں اشتراک ہونا (۴) افعال میں اشتراک ہونا، (۵) مراتب میں اشتراک ہونا۔اور دو یازائد چیزوں کے درمیان جو بھی مناسبت ممکن ہے وہ ان پانچوں سے خارج نہیں ہو سکتی اوراسکی قوت و ضعف میں تفاوت ہوتا ہے اسی تفاوتِ قوت و ضعف کی بناپر اجتماع میں زیادتی و کمی ہوتی ہے، چنانچہ کبھی وہ اپنے مخالف پر غالب

آجاتی ہے، تو محبت میں اتنی قوت بیدار ہو جاتی ہے کہ دونوں شخص اتنے قریب قریب ہو جاتے ہیں کہ تفریق کرنا مشکل ہو جاتا ہے، اور کبھی معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے، اور جس شخص کو یہ پانچوں اصول حاصل ہو جائیں اور اس کے اور گزرے ہوئے باکمال لوگوں کی روحوں کے مابین مناسبت ثابت ہو جائے تو وہ شخص ان سے جب چاہے مل سکتا ہے۔

شیخ صفی الدین اور شیخ عفیف الدین یافعی کا قول

شیخ صفی الدین بن ابی منصور اپنے رسالہ میں اور شیخ عفیف الدین یافعی "روض الریاحین" میں فرماتے ہیں: "شیخ کبیر عارف باللہ علمائے عارفین کے رہنما و برکت زمان ابو عبد اللہ قریشی نے فرمایا: "جب مصر میں مہنگائی سر پر چڑھ گئی تو میں نے قصد کیا کہ میں اللہ سے دعا کروں تو مجھ سے کہا گیا کہ دعا نہ کرو اس لیے کہ اس سلسلے میں تم میں سے کسی کی بھی دعا مقبول نہ ہو گی، تو میں نے ملک شام کا سفر کیا جب میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی قبر مبارک کے قریب پہونچا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، میں نے کہا: "اے اللہ کے رسول آپ میری ضیافت کے طور پر اہل مصر کے حق میں دعا فرما دیجیے، آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی تو اللہ نے ان لوگوں کی تنگیوں کو دور کر دیا"۔

حضرت یافعی نے فرمایا: "حضرت عبد اللہ قریشی کا قول "تلقانی الخلیل" یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے میری ملاقات ہوئی بالکل صحیح ہے، اور اس کا انکار صرف وہی شخص کریگا جو ان احوال سے جاہل ہو جن احوال میں وہ لوگ زمین و آسمان کے اسرار و رموز کو دیکھتے ہیں اور انبیاے کرام کو باحیات دیکھتے ہیں جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے زمین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور آسمان میں بھی ان کو اور انبیاے کرام کی ایک

جماعت کو دیکھا، اور ان کا کلام سنا۔ اور یہ بات متحقق ہے کہ ہر وہ امر جو خرق عادت کے طور پر انبیاے کرام علیہم السلام کے لیے بطور معجزہ ممکن ہے وہ اولیاے کرام کے لیے بطور کرامت ممکن ہے بشر طیکہ اس میں مقابلہ کی دعوت (یعنی چیلنج نہ ہو جیسے کہ قرآن پاک)۔

شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کا واقعہ

شیخ سراج الدین ابن ملقن "طبقات الاولیا" میں فرماتے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی نے فرمایا: "میں نماز ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا، حضور نے مجھ سے فرمایا: "اے میرے بیٹے! تم کیوں خطاب نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا نانا جان! میں ایک عجمی ہوں، فصحائے بغداد کے سامنے خطاب کیسے کروں؟ تو حضور نے فرمایا: "اپنا منہ کھولو، تو میں نے اپنا منہ کھول دیا، حضور نے اس میں سات مرتبہ اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: "لوگوں کے سامنے وعظ کرو، اور اچھی نصیحت سے ان کو راہ حق کی طرف بلاؤ، پھر میں ظہر کی نماز ادا کرکے بیٹھ گیا بہت سارے لوگ میرے ارد گرد جمع ہو گئے تو مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی، اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس مجلس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے روبرو تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا: "اے میرے بیٹے تم وعظ کیوں نہیں کر رہے ہو؟ میں نے کہا بابا جان! مجھ پر کپکپی طاری ہے، انھوں نے فرمایا: "اپنا منہ کھولو! تو میں نے اپنا منہ کھول دیا، پھر انھوں نے اس میں چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن ڈالا، میں نے عرض کیا: "آپ نے سات مرتبہ کیوں نہیں لعاب دہن عطا کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے احترام میں، پھر وہ میری نگاہوں سے روپوش ہو گئے تو میں نے اپنی تقریروں میں یہ محسوس کیا کہ فکر کا غواص (غوطہ خور غوطہ زن) معارف خداوندی کے موتیوں کی خاطر دل کے سمندر میں غوطہ لگاتا ہے اور ان کی

موتیوں کو ساحل سینہ پر لاتا ہے پھر زبان کا ترجمان ندا کر دیتا ہے پھر مسجدوں میں حسن طاعت کی نفیس قیمت کے بدلے ان موتیوں کو خرید اجاتا ہے۔

شیخ خلیفہ بن موسیٰ ملکی کا حال

نیز انہوں نے شیخ خلیفہ بن موسیٰ مالکی کی سوانح بیان کرتے ہوئے فرمایا وہ سوتے جاگتے اکثر حضور کی زیارت کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ لوگ کہتے تھے کہ آپ کا اکثر کام حضور کے حکم ہی سے ہوتا ہے وہ حکم چاہے بیداری کے عالم میں ملا ہو یا خواب میں، ایک رات آپ کو سترّہ مرتبہ حضور کی زیات کا شرف حاصل ہوا، ایک مرتبہ حضور نے ان سے فرمایا: "اے خلیفہ! میرے دیدار سے اکتاہٹ نہیں ہونی چاہیے کیں کہ یہ ایسی سعادت ہے کہ بیشمار ایسے اولیاے عظام ہیں جو میرے دیدار کی حسرت لے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

کمال ادفوی کا بیان

حضرت کمال ادفوی نے شہر اخمیم میں اقامت پذیر ایک بزرگ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ اسوانی کی سوانح "الطالع السعید" میں فرمایا: وہ حضرت یحی بن شافع کے مصاحبین میں سے تھے اور زہد و تقوی میں مشہور زمانہ تھے اور ان کی بہت سارے مکاشفات اور کرامات ہیں جن کا ذکر ابن دقیق العید ابن نعمان اور قطب عسقلانی نے کیا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو نبی کریم ﷺ کا دیدار کیا کرتے تھے اور بارگاہ رسالت میں بھی ان کی حاضری ہوا کرتی تھی۔

شیخ عبد الغفار بن نوح قوصی کا قول

شیخ عبد الغفار بن نوح قوصی اپنی کتاب "الوحید" میں فرماتے ہیں: شیخ ابو یحییٰ

کے مصاحبین میں شیخ ابو عبد اللہ اسوانی کا بھی نام آتا ہے جو شہر اخمیم میں مقیم تھے۔ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ہر ایک گھنٹے میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرتے تھے حتی کہ جونہی ایک گھنٹہ گزرتا ہے آپ اسکی اطلاع دے دیا کرتے ۔اور شیخ عبدالغفّار نے "الوحید" میں یہ بھی فرمایا کہ شیخ ابو العباس مرسی کو حضور ﷺ کی بارگاہ تک رسائی حاصل تھی،جب وہ حضور ﷺ پر سلام بھیجتے تو حضور ان کے سلام کا جواب دیتے اور جب وہ حضور ﷺ سے قول و گفتگو کرتے تو حضور ﷺ جواب دیتے تھے،

شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ کا بیان

شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ "لطائف المنن" میں فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے شیخ ابو العباس مرسی سے کہا:" حضور! آپ اپنی ان مبارک ہتھیلیوں سے مجھے مصافحہ کا شرف بخش دیں،اس لیے کہ آپ نے بہت سارے لوگوں سے ملاقات کیا ہے اور بہت سے ممالک کا دورہ کیا ہے۔"تو انہوں نے فرمایا:"بخدا! میں نے اپنی ان ہتھیلیوں سے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی سے مصافحہ نہیں کیا ہے۔"

نیز فرماتے ہیں کہ شیخ ابو العباس نے فرمایا:"اگر رسول اللہ ﷺ پل بھر کے لئے بھی میری نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں کے زمرے میں نہیں شمار کروں گا۔

شیخ ابو العباس طنجی کا دیدار رسول ﷺ

شیخ صفی الدین ابن ابی منصور نے اپنے رسالے میں اور شیخ عبد الغفار "الوحید"میں لکھتے ہیں: شیخ ابو الحسن ونانی سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ شیخ ابو العباس

طنجی نے مجھے خبر دی کہ میں سیدی احمد بن رفاعی کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: ''میں تمہارا مرشد نہیں ہوں، تمہارے مرشد شیخ عبد الرحیم ہیں جو مقام قبا میں رہتے ہیں چنانچہ میں نے مقام قبا کا سفر کیا اور شیخ عبد الرحیم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، انہوں نے مجھ سے فرمایا: ''کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کی معرفت خاص حاصل ہو گئی؟'' میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بیت المقدس کی طرف چلے جاؤ! جونہی میں بیت المقدس میں داخل ہوا اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان و زمین، عرش و کرسی سب رسول اللہ ﷺ کے وجود پاک سے منور مجلّیٰ ہیں، پھر میں شیخ کے پاس واپس آیا تو انھوں نے مجھ سے کہا: ''کیا تم کو رسول اللہ ﷺ کی معرفت حاصل ہو گئی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں''۔ تو حضرت نے فرمایا اب تمہاری طریقت مکمل ہو گئی، اقطاب، اوتاد اور اولیا کو وہ مراتب عظیمہ اور مناصب جلیلہ اللہ کے رسول ﷺ کی معرفت کے بغیر نہیں مل سکتے۔

شیخ عبد اللہ دلاصی کی ایک مقبولِ بارگاہ نماز

''الوحید'' میں شیخ عبد الغفار نے یہ فرمایا کہ مکہ میں جن شیوخ سے میں نے ملاقات کی، ان میں شیخ عبد اللہ دلاصی بھی ہیں انہوں نے مجھے خبر دی کہ ان کی پوری عمر میں صرف ایک ہی نماز صحیح ہوئی اور اسکا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ نماز فجر ادا کرنے کے لیے میں مسجد حرام میں موجود تھا تو امام نے جب تکبیر تحریمہ کہی اور میں نے بھی تکبیر تحریمہ کہی تو میرے اوپر ایک کیفیت طاری ہو گئی، اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کی امامت فرما رہے ہیں اور ان کے پیچھے دس لوگ ہیں چنانچہ میں ان کے ساتھ نماز میں شامل ہو گیا۔ یہ واقعہ ۶۷۳ھ میں پیش آیا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے پہلی رکعت

میں سورہ "مدثر" اور دوسری رکعت میں "عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ" کی تلاوت فرمائی، اور جب آپ نے سلام پھیرا تو یہ دعا مانگی: "اے اللہ ہمیں ہادی و مہدی بنا گمراہ اور گمراہ گر نہ بنا (یا اللہ یہ دعا) برکتوں کی لالچ اور تیرے حضور ملنے والی نعمتوں کی رغبت میں نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ تو نے ہمیں عدم سے وجود بخشا ہے، اس پر تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر جب اللہ کے رسول ﷺ دعا سے فارغ ہوئے تو امام نے سلام پھیرا تب مجھے امام کے سلام کا پتہ چلا اور میں نے بھی سلام پھیرا۔"

رسول اللہ ﷺ کا شیخ ابو العباس کے بھائی کو مرتبۂ ولایت سے سرفراز کرنا

شیخ صفی الدین اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ ابو العباس حرار نے فرمایا: "ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اولیاے کرام کے لیے ولایت کا شاہی فرمان تحریر فرما رہے ہیں، اور انہیں میں میرے بھائی محمد کے لیے بھی ایک فرمان لکھا۔"

شیخ ابو العباس آگے تحریر فرماتے ہیں: "میرے برادر بزرگ وار ایک عظیم المرتبت ولی تھے، ان کے چہرے پر ایک نور تھا، جس کی وجہ سے ان کی ولایت کسی پر مخفی نہ تھی، ہم نے ان سے اس نور کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: "اللہ کے نبی ﷺ نے ان کے چہرے پر پھونک ماردی تھی یہ نور اسی پھونک کا اثر ہے۔"

رسول اللہ کی بارگاہ سے حکومت کا پروانہ

شیخ صفی الدین نے فرمایا: میں نے شیخ جلیل حضرت ابو عبد اللہ قرطبی کو دیکھا جو شیخ قریشی کے اجلہ تلامذہ میں سے تھے، اور اکثر مدینۃ الرسول میں قیام کرتے تھے حضور

اکرم ﷺ کی بارگاہ سے خصوصی تعلق اور سلام و کلام کا شرف رکھتے تھے ملاقات اور سوال وجواب کا سلسلہ قائم رہتا تھا اور حضور ﷺ ان کے سوال کا جواب دیتے تھے، اللہ کے رسول ﷺ نے مکمل طور پر حکومت کرنے کے لیے ایک خط عنایت فرمایا اور اس کے ساتھ انھیں مصر بھیجا، آپ اسے پہونچا کر واپس مدینہ آگئے، انہوں نے فرمایا کہ مصر میں جن حضرات سے میں نے ملاقات کی انہیں میں سے شیخ ابو العباس عسقلانی بھی ہیں، یہ اپنے زمانے میں مصر کے عظیم زاہد و پارسا بزرگ تھے حضرت شیخ قریشی کے خاص لوگوں میں سے تھے، اور ان کی آخری عمر کا زیادہ تر حصہ مکہ مکرمہ میں گزرا، بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے احمد! اللہ نے تمہاری دستگیری فرمائی ہے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث نہیں بیان کی

بعض ولی اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ایک فقیہ (مفتی صاحب) کی مجلس میں موجود تھے، مفتی صاحب نے ایک حدیث روایت کی تو اس بزرگ نے فرمایا: "یہ حدیث باطل ہے" تو مفتی صاحب نے کہا کہ آپ ایسا کیسے کہ رہے ہیں؟ تو بزرگ نے فرمایا کہ وہ دیکھیے نبی اکرم ﷺ آپ کے سر کے پاس تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو نہیں بیان کیا ہے، پھر اس فقیہ سے تمام حجابات اٹھا دیے گئے اور انھوں نے آپ ﷺ کا دیدار کیا۔

شیخ علی علیہ الرحمہ کا حالت بیداری میں دیدار رسول کرنا

امام ابن فارس کی کتاب "المنح الالٰھیۃ فی مناقب السادۃ الوفائیۃ" میں ہے وہ لکھتے

ہیں کہ میں نے اپنے مرشد علی علیہ الرحمہ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’میں شیخ یعقوب نامی ایک شخص سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کر رہا تھا اور اس وقت میری عمر پانچ سال کی تھی، ایک دن میں ان کے پاس آیا اور میں نے مکمل حالت بیداری میں رسول اللہ ﷺ کا دیدار کیا، آپ کے جسم اطہر پر ایک سفید سوتی کی قمیص تھی، پھر میں نے اس قمیص کو اپنے اوپر دیکھا، پھر حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ’’پڑھو‘‘ تو میں نے ان کے سامنے ’سورۂ ’’والضحیٰ‘‘ اور ’’الم نشرح‘‘ تلاوت کی ’’پھر حضور میری نظروں سے روپوش ہو گئے ،جب میں اکیس سال کا ہو گیا، تو میں نے مقام قرافہ میں نماز فجر کی نیت باندھی، تو پھر میں نے نبی اکرم ﷺ کو بالکل روبرو دیکھا، اورانہوں نے مجھے اپنے سینے سے لگا کر فرمایا: (واما بنعمۃ ربک فحدث)اور اپنے رب کی نعمت کا خوب خوب چرچا کرو۔ ‘‘

امام سید احمد کبیر رفاعی اور دست بوسی رسول ﷺ

اور بعض کتابوں میں ہے کہ سیدی احمد رفاعی نے حج بیت اللہ کے لیے گئے، تو حجرہ مبارک کے پاس کھڑے ہوئے اور یہ اشعار پڑھنے لگے:

في حالة البعد روحي كنت ارسلها　　تقبل الأرض عني فهي نائبتي
وهذه نوبة الأشباح قد حضرت　　فامدد يمينك كي تحظى بها شفتي

(یارسول اللہ ﷺ! آپ سے دوری کی حالت میں، اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا اور میرا نائب بن میری طرف سے آپ کی مقدس چوکھٹ کا بوسہ لیتی تھی، اور اب جسم کی باری ہے ،یہ حاضر ہے ،لہذا اپنے دست مبارک کو بڑھائیں تاکہ میرے ہونٹ اس کے بوسہ سے بہرہ ور ہو جائیں)

چناں چہ قبر انور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس باہر نکال دیا، سید احمد رفاعی نے اسے بوسہ دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سید نور الدین ایجی کے سلام کا جواب دیا

شیخ برہان الدین بقاعی کے ''معجم'' میں ہے کہ مجھ سے ابو الفضل بن ابو الفضل نویری نے بیان فرمایا کہ سید شریف عفیف الدین کے والد محترم سید نور الدین ایجی جب روضۂ انور پر حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا: ''السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' تو حاضرین نے قبر انور سے کسی کو ''وعلیک السلام یا ولدی'' کہتے ہوئے سنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ ابو بکر دیار بکری کے سلام جواب دیا

حافظ محب الدین ابن نجار نے اپنی ''تاریخ'' میں فرمایا'' ابو احمد داؤد بن علی محمد بن ہبۃ اللہ بن مسلمہ نے مجھے خبر دی کہ ہمیں ابو الفرح مبارک بن عبد اللہ محمد بن نقور نے خبر دی کہ:'' ہمارے شیخ صوفی ابو نصر عبد الواحد بن عبد الملک بن محمد بن ابی سعد کرخی نے بیان فرمایا:'' میں نے حج بیت اللہ کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے گیا، پھر اسی داران کہ میں حجرۂ مبارکہ کے قریب تھا کہ شیخ ابو بکر دیار بکری بھی داخل ہوئے اور مواجہ اقدس میں کھڑے ہو کر'' السلام علیک یارسول اللہ'' عرض کیا، تو میں نے حجرے کے اندر سے ''وعلیک السلام یا ابا بکر'' کہنے کی آواز سنی جسے دیگر حاضرین نے بھی سنا۔''

ایک ہاشمی خاتون کا واقعہ

اور امام شیخ شمس الدین محمد بن موسیٰ بن نعمان اپنی کتاب ''مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام'' میں فرماتے ہیں:'' میں نے یوسف ابن علی زنانی کو ایک قبیلۂ بنو

ہاشم کی ایک خاتون کا واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا جو مدینہ منورہ کے قریب رہتی تھیں، کچھ خدام اس کو ستاتے تھے، اس خاتون نے بارگاہ رسالت میں استغاثہ پیش کیا، تو میں نے سنا کہ کوئی روضۂ انور کے اندر سے کہہ رہا ہے، کیا میری ذات تیرے لیے نمونہ عمل نہیں ہے؟ لہذا تو صبر کر جیسا کہ میں نے کیا، یا اسی کے مثل کوئی اور بات کہہ رہا تھا، خاتون کا بیان ہے: "اس کے بعد مجھ سے وہ مصیبت ٹل گئی میں جس میں مبتلا تھی پھر ان تینوں خادموں کا انتقال ہو گیا جو مجھے پریشان کرتے تھے۔"

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك

ابن سمعانی نے "الدلائل" میں فرمایا: "ہمیں خبر دی ابو بکر ہبۃ اللہ بن فرح نے انھوں نے کہا ہمیں خبر دی خطیب ابو القاسم یوسف بن محمد بن یوسف نے وہ فرماتے ہیں ہمیں اطلاع دی ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عمر بن تمیم مؤذن نے وہ فرماتے ہیں، ہم سے حدیث بیان کی علی بن ابراہیم بن علان نے وہ فرماتے ہیں ہم کو خبر دی علی بن محمد بن علی نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی احمد بن ہشیم طائی نے انھوں نے فرمایا مجھ سے میرے والد گرامی نے بیان کیا وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے وہ روایت کرتے ہیں سلمہ بن کہیل سے وہ روایت کرتے ہیں ابو صادق سے اور وہ علی بن ابی طالب سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے فارغ ہو چکے، اس کے بعد دیہات کے رہنے والے ایک صاحب آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر اوندھ گیے اور روضۂ اطہر کی خاک اپنے سر پر ڈال کر یوں عرض گزار ہوئے:" اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کہا ہم نے آپ کی بات کو سنی اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے سیکھ کر اسے محفوظ رکھا

اور ہم نے آپ سے سیکھ کر اسے محفوظ رکھا اور اللہ نے آپ پر جو کتاب نازل فرمائی ہے، اسی میں سے یہ بھی ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله فاستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما (۱) [اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں](۲)، میں نے اپنے نفس پر ظلم کرلیا ہے اورآپ کی بارگاہ میں آیا ہوں، میری شفاعت فرمایئے، تو قبر انور سے ندا آئی کہ تجھے بخش دیا گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامت

نیز میں نے (ابن سمعانی) امام عماد الدین اسماعیل بن ہبۃ اللہ بن باطیس کی کتاب" مزیل الشبہات فی اثبات الکرامات "میں یہ عبارت دیکھی، اثبات کرامات کے دلائل میں حضرات صحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول بہت ساری روایات ہیں اور انھیں میں امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہیں، انھوں نے (اپنی وصیت میں) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:" یہ دونوں تمہارے بھائی اور یہ دونوں تمہاری بہنیں ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یہ دونوں محمد اور عبد الرحمٰن تو میرے بھائی ہیں لیکن میری دو بہنیں کون ہیں؟ اسما (رضی اللہ عنہا) کے سوا کوئی میری بہن نہیں، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی

۱ سورہ نساء آیۃ ۶۴
۲ کنزالایمان

اللہ عنہ نے فرمایا، دوسری بہن وہ ہے جو [میری کنیز] بنت خارجہ کے بطن میں ہے، مجھے الہام ہوا ہے کہ وہ لڑکی ہے، چنانچہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔ "

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت

اور انھیں میں سے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت ساریہ کے واقعے میں ہے کہ انھوں نے (مدینہ شریف میں) دوران خطبہ حضرت ساریہ کو آواز دیتے ہوئے فرمایا "یاساریۃ الجبل الجبل" (اے ساریہ! پہاڑ سے بچو ، پہاڑ سے بچو)، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز کو ساریہ تک پہونچا دیا ، جب کہ وہ سرزمین نہاوند میں تھے۔ اور حضرت عمر کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جب مصر میں واقع دریائے نیل خشک ہو گیا تھا تو آپ نے اس کے نام ایک خط لکھا چنانچہ دریا خشک ہو جانے کے بعد دوبارہ جاری ہو گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کرامت

انھیں میں سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت عبد اللہ بن سلام نے فرمایا: "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سلام کرنے کے لیے آیا جب کہ بلوائیوں نے آپ کا محاصرہ کر رکھا تھا تو انھوں نے میرا استقبال کیا اور فرمایا: "میں اس روشن دان کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا اور آپ ﷺ نے استفسار فرمایا: " اے عثمان ! کیا لوگوں نے تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے؟" میں نے عرض کیا: " ہاں ! یا رسول اللہ ﷺ "، حضور نے فرمایا: "کیا انھوں نے تمہیں پیاس میں مبتلا کر رکھا ہے ؟" میں نے عرض کیا: " ہاں " تو حضور ﷺ نے مجھے ایک ڈول عنایت فرمائی

جس میں پانی تھا، تو نے پیا یہاں تک کہ میں سیراب ہو گیا، اور ابھی بھی اپنے سینے اور دونوں شانوں کے بیچ تری محسوس کر رہا ہوں، پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر آپ چاہیں تو ان کے خلاف آپ کی مدد کی جائے اور اگر چاہیں تو ہمارے پاس افطار کریں''، تو میں نے آپ کے پاس افطار کرنے کو ترجیح دی، چناں چہ اسی دن آپ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ بہت مشہور ہے کتب حدیث میں سندوں کے ساتھ مروی ہے، اس حدیث کو حضرت حارث بن اسامہ نے اپنی مسند میں روایت کیا، اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی روایت کیا، اس واقعے سے ہر انصاف پسند یہی سمجھتا ہے کہ یہ حالت بیداری کی زیارت ہے، اور اس کا شمار کرامت میں ہے، کیوں کہ خواب کی زیارت میں ہر کوئی برابر ہے، اس لیے خواب کا شمار ان خوارق میں نہیں ہے جو کرامات میں معتبر ہیں، اور کرامات اولیا کا منکر بھی خواب کا انکار نہیں کرتا۔

حضرت صوفی ابو الحسین محمد بن سمعون کی کرامت

ابن باطیس نے اس کتاب میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ انھیں حضرات میں سے حضرت صوفی ابو الحسین محمد بن سمعون بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، ابو طاہر محمد بن علی علان نے فرمایا: ''میں ایک دن حضرت ابو الحسین بن سمعون رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا، وہ کرسی پر بیٹھے تقریر کر رہے تھے، اور حضرت ابو الفتح اس کرسی کے بغل میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انھیں نیند آگئی، تو حضرت ابو الحسین نے کچھ دیر کے لیے اپنی گفتگو بند کر دی، یہاں تک کہ حضرت ابو الفتح بیدار ہوئے، اور اپنا سر اٹھایا تو حضرت ابو

الحسین نے ان سے کہا: ''کیا آپ نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی ہے''۔ تو ابو الفتح نے کہا: ''جی ہاں!'' تو ابو الحسین نے فرمایا اسی لیے میں نے اپنی گفتگو روک دی تھی کہ کہیں آپ کے لیے خلل اندازی کا سبب نہ بن جائے اور نیند ٹوٹ جائے۔''، اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو حضرت ابو الحسین بن سمعون نے حالت بیداری میں زیارت کی اور ابو الفتح نے خواب میں زیارت کی۔''

ابن ثابت نامی ایک شخص کا واقعہ

حضرت ابو بکر بن ابیض نے اپنی جز میں فرمایا: میں نے ابو الحسن زاہد کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے ایک ساتھی نے بیان کیا کہ مکہ مکرمہ میں ابن ثابت نامی ایک شخص رہا کرتے تھے، ساٹھ سال تک مسلسل بارگاہ حضور اکرم نور مجسم سرور دو عالم ﷺ میں نذرانہ درود و سلام پیش کرنے کی غرض سے مکہ سے چل کر مدینہ حاضر ہوتے اور پھر لوٹ آتے، ایک سال کسی مشغولیت یا کسی وجہ سے نہ جا سکے، راوی فرماتے ہیں کہ وہ حجرے میں نیم بیداری کی حالت میں بیٹھے تھے، اتنے میں دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرمارہے ہیں: ''اے ابن ثابت! تم میری ملاقات کو نہ آئے تو ہم ہی تمہاری ملاقات کو چلے آئے۔

حالت بیداری میں دیدار نبوی پر تنبیہات

1. بحالت بیداری نبی کریم ﷺ کی زیارت اکثر دل کی نگاہوں سے ہوتی ہے، پھر ترقی کرتے ہوئے ماتھے کی نگاہوں سے زیارت ہونے لگتی ہے۔

اور قاضی ابو بکر کے کلام میں یہ بحث گزر چکی ہے البتہ یہ رؤیت بصریہ عوام کے

درمیان متعارف رؤیت کی طرح نہیں ہے، جس طرح وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں، یہ رؤیت تو اطمینانی کیفیت برزخی حالت اور وجدانی امر ہے جس کی حقیقت کا ادراک وہی کر سکتا ہے جو اس سعادت سے بہرہ ور ہو۔( )

شیخ عبداللہ دلاصی کے حوالے سے بات پہلے گزر چکی ہے کہ انہوں نے کہا: "امام نے تحریمہ کہا تو میں نے بھی کہا اور میرے اوپر ایک کیفیت طاری ہو گئی تو میں نے نبی کریم ﷺ کا دیدار کیا، انہوں نے اپنے قول "اخدۃ" سے اسی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۲ زیارت میں کیا ذات مصطفیٰ ﷺ کے جسم و روح کا دیدار ہوتا ہے یا حضور کی تمثیل پیش کی جاتی ہے؟

امام غزالی علیہ الرحمہ کی صراحت

مجھ سے ملنے والے صوفیا نے دوسرے مذہب کو اختیار کیا ہے اور حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے بھی صراحت کی ہے۔ چنانچہ امام غزالی نے فرمایا کہ رؤیت سے مراد جسم اطہر کی زیارت نہیں ہے بلکہ اس کی تمثیل مراد ہے، اور تمثیل اس آلہ کی منزل میں ہے جس کے ذریعہ معنیٰ مقصود تک پہونچا جاتا ہے۔

امام غزالی نے مزید فرمایا کہ وہ آلہ کبھی حقیقی ہوتا ہے اور کبھی خیالی۔ اور ذات خیالی تمثیل نہیں ہے لہذا جو شکل دیکھی ہے وہ نہ مصطفیٰ ﷺ کی روح تھی اور نہ ہی ان کی شخصیت، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ وہ ان کی تمثیل ہے۔

(ذوق ایں می نہ شناسی۔۔ بخدا تا نہ چشی)

اور فرمایا (حجۃ الاسلام امام غزالی نے) ایسا ہی وہ شخص ہے جو خواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کرے اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ شکل وصورت سے پاک ہے لیکن بندے کو معرفت کسی محسوس نور وغیرہ کے توسط سے حاصل ہوتی ہے اور بلاشبہ یہ تمثیل تعریف کا وسیلہ ہوتی ہے، اسی لیے دیکھنے والا کہتا ہے: ''میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے''۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ کو دیکھا، جس طرح کہ غیر خدا کے بارے میں کہا جاتا ہے۔

قاضی ابوبکر بن عربی علیہ الرحمہ کی تفصیل

اور قاضی ابوبکر بن عربی نے اس مضمون کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا: ''نبی کریم ﷺ کی زیارت ان کی وصف معلومہ کے ساتھ کرلینا حقیقت کا ادراک ہے اور وصف معلومہ کے علاوہ کے ساتھ زیارت تمثیل ادراک ہے اور یہ بڑی عمدہ بات ہے، اور نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکت کی زیارت جسم وروح کے ساتھ محال نہیں ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاے کرام زندہ ہیں، بعد وفات ان کی روحیں لوٹا دی گئی ہیں اور انہیں اپنی قبروں سے باہر آنے اور عالم بالا وعالم زیریں میں تصرف کی اجازت دے دی گئی ہے۔

حضرت امام بیہقی نے حیات انبیا کے موضوع پر مستقل ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے۔

بعد وفات انبیائے کرام کی روحیں، جسموں کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں

نیز انھوں نے ''دلائل النبوۃ'' میں لکھا ہے کہ انبیا کرام علیہم السلام بھی شہدا کی

طرح زندہ ہیں اور کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں: "بعد وفات انبیائے کرام علیہم السلام کی روحیں واپس کر دی گئی ہیں، لہذا وہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے یہاں ایسے ہی زندہ ہیں جیسے شہدا زندہ ہیں۔

امام ابو منصور عبد القاہر بن بغدادی نے فرماتے: "ہمارے علماے متکلمین محققین کا مذہب یہ ہے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ اپنی وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور وہ اپنے امتوں کی طاعت و فرماں برداری سے خوش ہوتے ہیں اور گناہ گاروں کے گناہ سے غمگین ہوتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ان کی امت کا جو بھی فرد ان پر سلام بھیجتا ہے اس کا سلام آپ کی بارگاہ میں پہونچتا ہے اور فرماتے ہیں:" انبیاے کرام علیہم السلام کی ہڈیاں بوسیدہ نہیں ہوتی ہیں اور نہ ہی زمین ان کے جسم اقدس کو کھاسکتی ہے۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں وفات پا گیے تھے لیکن ہمارے نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور حدیث معراج میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو چوتھے آسمان پر دیکھا اور حضرت آدم و ابراہیم علیہما السلام کو بھی دیکھا اور چون کہ یہ ہمارے نزدیک یہ سب ثابت ہے اس لیے ہم نے کہا کہ ہمارے نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہوگیے اور وہ اپنے منصب نبوت پر جلوہ افروز ہیں۔

موت ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہو جانے کا نام ہے

امام قرطبی نے "التذکرۃ" میں اپنے استاذ سے روایت کرتے ہوئے "حدیث الصعقۃ" کے تحت فرمایا:" موت عدم محض کا نام نہیں ہے، بلکہ موت تو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہو جانے کا نام ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شہدا قتل اور

موت کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں رزق پاتے ہیں اور خوش و خرم رہتے ہیں اور دنیا میں زندہ رہنے والوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے، جب یہ حال شہدا کا ہے تو انبیاے کرام بدرجۂ اولیٰ اس حیات کے اہل اور مستحق ہیں، یہ بات حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ زمین انبیاے کرام علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاسکتی ہے اور یہ کہ نبی کریم ﷺ نے شب معراج بیت المقدس اور آسمانوں میں انبیاے کرام علیہم السلام سے ملاقات کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز ادا کرتے ہوئے پایا اور خود نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ وہ ہر سلام کرنے والے کا جواب دیتے ہیں، علاوہ ازیں دیگر ایسی بہت سی دلیلیں ہیں جن سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ انبیاے کرام کی موت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہماری نگاہوں سے او جھل ہیں ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے حالانکہ وہ موجود ہیں اور زندہ ہیں اس کی مثال ملائکہ ہیں کیوں کہ وہ زندہ ہیں اور موجود بھی ہیں لیکن سوائے مخصوص لوگوں کے نوع بشری سے کوئی انہیں نہیں دیکھ پاتا۔

حیات انبیا علیہم السلام کے اثبات میں احادیث و اقوال سلف صالحین

"امام ابو یعلیٰ نے اپنی کتاب مسند میں اور امام بیہقی نے اپنی کتاب حیات الانبیاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "انبیاے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔"

نیز امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "انبیاے کرام علیہم السلام چالیس رات کے بعد اپنی

قبروں میں نہیں چھوڑے جاتے ہیں، بلکہ وہ اللہ کے حضور نماز پڑھتے ہیں یہاں تک کہ صور پھونکی جائے۔

ک۔ اور حضرت سفیان ثوری نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ ہمارے ایک استاذ نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں ": کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس رات سے زیادہ نہیں ٹھہرتا ہے یہاں تک کہ اسے اٹھالیا جاتا ہے۔"

امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا: "اس بنا پر انبیاے کرام علیہم السلام دیگر تمام زندوں کی طرح ہو جاتے ہیں اور وہاں رہتے ہیں جہاں اللہ تعالی انہیں رکھتا ہے۔"

۱۔ امام عبد الرزاق نے اپنی "مصنف" میں حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے حضرت ابو مقدام سے، انہوں نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: "کوئی نبی قبر میں چالیس روز سے زیادہ نہیں ٹھہرتا ہے، ابو مقدام کا نام ثابت بن ہرمز ہے وہ بزرگ اور معتمد ہیں۔"

۲۔ ابن حبان نے اپنی تاریخ میں اور امام طبرانی نے "معجم کبیر میں اور حضرت ابو نعیم نے "حلیۃ الاولیا" میں صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر نبی وفات کے بعد اپنی قبر میں صرف چالیس دن رہتا ہے۔"

۳۔ امام حرمین شریفین نے "النہایہ" میں اور امام رافعی نے اس کی شرح "شرح النہایہ" میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں اپنے رب کی بارگاہ میں

اس سے کہیں زیادہ معزز ہوں کہ وہ مجھے میری قبر میں تین دن کے بعد چھوڑے رکھے، نیز امام الحرمین نے فرمایا کہ ایک روایت میں "اکثر من یومین" (دو دن سے زیادہ) کا ذکر آیا ہے۔"

۴ . امام ابوالحسن ابن زاغونی حنبلی نے اپنی کتاب میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بھی نبی کو اس کی قبر میں آدھے دن سے زیادہ نہیں چھوڑتا۔

امام بدر الدین بن صاحب علیہ الرحمہ کا قول

امام بدر الدین بن صاحب نے بھی اپنی "تذکرہ" میں ایک فصل اس بیان کے لیے قائم کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی رحلت کے بعد قبر میں باحیات ہیں اس فصل میں تحریر فرماتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی حیات برزخی کی دلیل خود من جانب اللہ جل جلالہ صراحۃً و اشارۃً منقول ہے، چنانچہ قرآن پاک سے اس مسئلہ کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ" (۱)

(اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہر گز انھیں مردہ نہ خیال کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں) (۲)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا حیات برزخی امت محمدیہ کے شہیدوں کے لیے

سورہ اٰل عمران آیہ ۱۶۹
کنز الایمان

ثابت ہے ،اور خصوصیت کے ساتھ ان کا مرتبہ عالم برزخ میں ان کے علاوہ دیگر افراد امت سے اعلیٰ وافضل ہے اور یہ بات بھی طے ہے کہ امت کے کسی بھی فرد کا درجۂ نبی سے اعلیٰ نہیں ہو سکتا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ مرتبہ اس امتی کو نبی کریم ﷺ کے تذکیہ فرمانے اور ان کی پیروی کرنے کے ہی صدقے میں ملا ہے۔

علاوہ ازیں شہدا کو یہ مرتبہ شہادت کی بنا پر میسر آیا ہے اور نبی کریم ﷺ کے لیے کامل ترین درجۂ شہادت حاصل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مررت علی موسی لیلة اسري بي عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلي " شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ایک سرخ ریتیلے میدان سے ہوتے ہوئے گزرا اور وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔"

یہ حدیث حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات کے بارے میں صریح دلیل ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے حالت نماز میں ہونے کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ وہ کھڑے تھے اور ان جیسے اوصاف سے روح کا اتصاف نہیں ہوتا بلکہ ان کا تعلق جسم سے ہوتا ہے،اور قبر کی تخصیص میں اس بات کی دلیل ہے،اس لیے کہ اگر یہ روح کی صفت ہوتی تو قبر کی تخصیص کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لیے کہ کسی نے بھی یہ قول نہیں کیا ہے کہ ارواح انبیا اجسام کے ساتھ قبروں میں مقید ہیں اور نہ ہی یہ کہا ہے کہ شہدا یا مؤمنین کی روحیں جنت میں محبوس ومقید ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث میں ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ

کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کر رہے تھے تو ہم ایک گھاٹی کے پاس سے گزرے، حضور نے استفسار فرمایا کہ یہ کون سی گھاٹی ہے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا کہ یہ وادیٔ ازرق ہے، تو حضور نے فرمایا: "گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی انگلیوں کو اپنی کانوں ڈالے ہوئے تلبیہ پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں، پھر ہم آگے بڑھے یہاں تک کہ ہم ایک گھاٹی کے پاس آگئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: "ایسا لگ رہا ہے کہ میں حضرت یونس علیہ السلام کو ایک سرخ اونٹنی پر دیکھ رہا ہوں کہ وہ اونی لباس پہنے ہوئے ہیں اور تلبیہ پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔"

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان انبیا کے حج کرنے اور تلبیہ پڑھنے کی خبر کیسے دی حالاں کہ وہ حضرات اس دنیا سے کوچ کر چکے ہیں اور وہ عالم برزخ میں ہیں اور آخرت دار العمل نہیں ہے؟ اس سوال کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ شہدا اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں لہذا حج کرنا، نماز ادا کرنا اور بقدر استطاعت عبادت کرنا کوئی بعید بات نہیں ہے، اگرچہ وہ آخرت میں ہیں اس کے باوجود بھی اسی دنیا میں ہیں جو کہ دار العمل ہے، لہذا جب اس دنیا کی مدت ختم ہو جائے گی اور اس کے بعد آخرت آئے گی جو دار الجزا ہے تب عمل کا سلسلہ منقطع ہوگا" [یہ قاضی عیاض کی بات تھی] نیز قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ انبیا اپنے جسم وجسمانیات کے ساتھ حج کرتے ہیں اور اپنی قبر سے نکلتے ہیں۔ لہذا نبی کریم ﷺ کے متعلق قبر سے جدا ہونے کا کیوں کر انکار کیا جا سکتا ہے، تو جب نبی کریم ﷺ حج کرتے ہیں اور اپنے جسم وجسمانیات کے ساتھ آسمان میں نماز ادا کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ وہ قبر میں مدفون نہیں ہیں۔ (تذکرہ کا اقتباس ختم ہوا)

ان تمام حوالوں اور احادیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ جسم و روح کے ساتھ بقید حیات ہیں، تصرف فرماتے ہیں اور دونوں جہاں کے جس گوشے اور علاقے میں چاہتے ہیں جسم و جسمانیات کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں اور آپ اسی شکل و صورت میں ہیں جیسے قبل وفات تھے کچھ بھی تبدیلی نہیں آئی ہے، البتہ ہماری نظروں سے اوجھل ہیں، جیسے کہ ملائکہ موجود ہیں اور ہماری نظروں سے اوجھل ہیں، پس اللہ تعالیٰ جس کو نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف بخشنا چاہتا ہے اس کے لیے تمام حجابات اٹھا دیتا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کو ان کی حقیقی ہیئت و صورت میں دیکھ لیتا ہے، اس امر سے نہ تو کوئی چیز مانع ہے اور نہ ہی رویتِ تمثیل کی تخصیص کا کوئی داعی حقیقی ہے۔

۳ کسی نے یہ سوال کیا کہ دور دراز علاقوں میں بے شمار دیکھنے والے نبی کریم ﷺ کو کیسے دیکھ سکتے ہیں؟ تو اس کے جواب میں یہ شعر پڑھ دیا گیا۔

کالشمس فی کبد السماء وضوءھا یغشي البلاد مشارقاً و مغارباً

(جس طرح سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی مشرق و مغرب کے ممالک پر چھائی ہوتی ہے)

شیخ تاج الدین کا بیک وقت دو جگہ موجود ہونا

مناقب شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ میں ان کے کسی شاگرد کے حوالے سے منقول ہے، انھوں نے بیان کیا کہ میں حج بیت اللہ کے لیے گیا، جب میں طواف کر رہا تھا، اسی دوران میں نے شیخ تاج الدین کو بھی طواف کرتے ہوئے دیکھا، میں نے سوچا کہ جب وہ طواف سے فارغ ہوں گے تو آپ کی خدمت میں جاکر سلام عرض کروں گا، جب

وہ طواف سے فارغ ہوئے تو میں گیا، لیکن انھیں نہیں پایا، پھر میں نے انھیں میدان عرفات میں دیکھا اور اسی طرح مناسک حج کے تمام مقامات پر دیکھتا رہا پھر جب میں قاہرہ واپس آیا اور شیخ کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ بخیر و عافیت ہیں، پھر میں نے پوچھا کہ کیا وہ کہیں سفر پر گیئے تھے، تو لوگوں نے بتایا کہیں نہیں گیئے تھے، پھر میں حضرت شیخ کے پاس آگیا، اور سلام عرض کیا تو انہوں نے خود مجھ سے پوچھا کہ تم نے کسے دیکھا تھا؟ تو میں نے عرض کیا: "حضرت! آپ کو دیکھا تھا"، شیخ نے فرمایا: "اے فلاں شخص! اللہ کا ولی عالم کو بھر دیتا ہے، چنانچہ اگر کسی قطب کو پہاڑ سے بلایا جائے تو وہ اس کا جواب دیتا ہے، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جب قطب عالم کو بھر دیتا ہے تو نبی کریم ﷺ کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع ہے۔

نیز شیخ ابو العباس طنجی کے حوالے سے روایت پہلے گزر چکی ہے کہ فرمایا: "وإذا بالسماء والأرض والعرش والكرسي مملوءة من رسول الله ﷺ" (میں نے دیکھا کہ آسمان و زمین، عرش و کرسی سب حضور ﷺ کے جلووں سے بھرے ہوئے تھے)

(۴) اسی معترض نے اعتراض کیا ہے کہ اس بنا پر نبی کریم ﷺ کا دیدار کرنے والے کے لیے صحابیت کا درجہ لازم آتا ہے؟

جواب: اس کے لیے صحابیت کا ثبوت ہر گز لازم نہیں آتا، اس لیے کہ اگر زیارتِ مثال کا قول اپنائیں تب اس نے تمثیل کی زیارت کی لہٰذا مسئلہ بالکل ظاہر و باہر ہے، اس لیے کہ صحابیت کا ثبوت نبی کرم ﷺ کی ذات بابرکات کو جسم و روح کے ساتھ دیکھنے سے ہوتا ہے۔

جواب دیگر: اور اگر ہم یہ قول کریں کہ اس نے ذات کو ہی دیکھا تو بھی ثبوت صحابیت کو مستلزم نہیں، کیوں کہ صحابیت کے لیے شرط ہے کہ حضور کی زیارت عالم ملک میں ہو حالانکہ یہ رویت عالم ملکوت کی ہے، اور یہ رویت صحابیت کے ثبوت کے لیے ناکافی ہے، اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ احادیث میں وارد ہے کہ حضور ﷺ کی تمام امت آپ کے سامنے پیش کی گئی، حضور نے انھیں دیکھا اور انھوں نے حضور کو دیکھا اور یہ بات مسلم ہے کہ سب کے لیے صحابیت کا ثبوت نہیں مانا گیا ہے، اس لیے کہ وہ دیکھنا عالم ملکوت میں تھا، لہذا اس سے صحابیت کا اثبات نہیں ہو سکتا ہے۔

خاتمہ

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور خرائطی نے مکارم الاخلاق میں " حضرت ابو العالیہ سے روایت کی، انھوں نے کہا کہ ایک انصاری کا بیان ہے کہ میں اپنے گھر سے نبی کریم ﷺ کی زیارت کے ارادے سے نکلا، اتنے میں میری نظر نبی کریم ﷺ پر پڑی میں نے دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں اور ایک آدمی آپ کے ساتھ ہے اور حضور اس کی طرف متوجہ ہیں، انصاری فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کھڑے رہے، اور میں نبی کریم ﷺ کے انتظار میں بہت دیر تک کھڑا رہا، پھر آپ ﷺ نے ان سے اپنا چہرا پھیر لیا تو میں نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ یہ شخص آپ کے پاس ہی کھڑے رہے یہاں تک کہ میں آپ کے لیے میں بہت دیر تک کھڑا رہا''، حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے انھیں دیکھا؟'' میں نے کہا: ''ہاں''، حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ

وہ کون تھے ؟" میں نے کہا: "نہیں"، تو حضور ﷺ نے بتایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے اور مجھے پڑوسی کے حق کے متعلق تاکید پر تاکید کیے جارہے تھے یہاں تک کہ مجھے لگا کہ وہ اسے وارث قرار دیں گے، پھر حضور نے فرمایا: "تم اگر ان کو سلام کرتے تو وہ تمہارے سلام کا جواب دیتے"۔

ابو موسیٰ مدینی نے المعرفہ میں حضرت تمیم بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں موجود تھا اتنے میں ان کے پاس سے ایک صاحب نکلے، میں نے مڑکر دیکھا کہ وہ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور پیچھے شملہ لٹکائے ہوئے تھے، میں نے پوچھا: "یارسول ﷺ! یہ کون تھے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے"۔

حضرت امام احمد طبرانی اور "دلائل النبوۃ" میں امام بیہقی نے حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انھوں نے فرمایا: "میں نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا، حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی ان کے ساتھ تھے، میں نے سلام کیا اور گزر گیا، پھر جب میں لوٹا اور نبی کریم ﷺ متوجہ ہوئے فرمایا: "کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو میرے ساتھ تھا"، میں نے کہا: "ہاں"، حضور نے فرمایا: "وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور انہوں نے تمہارے سلام کا جواب بھی دیا"۔

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت حارثہ سے روایت کیا، فرماتے ہیں میں نے پوری زندگی میں دو مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت کی ہے۔

حضرت امام احمد اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد محترم کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا اور ایک آدمی ان سے سرگوشی کر رہا تھا، چنانچہ وہ میرے والد کی طرف توجہ نہیں فرما رہے تھے لہذا ہم وہاں سے چلے آئے، میرے والد نے مجھ سے کہا: "اے میرے بیٹے! کیا تم نے اپنے چچا زاد بھائی کو نہیں دیکھا کہ وہ مجھ سے اعراض کر رہے تھے؟" میں نے کہا: "پدر بزرگوار! آپ ﷺ نے ایسا اس لیے کیا تھا کہ ان سے ایک شخص سرگوشی کر رہا تھا"۔ تو واپس حضور کے پاس آئے عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ! میں نے عبد اللہ سے ایسا ایسا کہا تو اس نے کہا کہ آپ سے کوئی شخص سرگوشی کر رہا تھا، تو کیا واقعی آپ کے پاس کوئی شخص موجود تھا؟" حضور نے فرمایا: "اے عبد اللہ! کیا تم نے اسے دیکھا؟" میں نے کہا "ہاں! اے اللہ کے رسول ﷺ" تو حضور نے فرمایا: "وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جن سے مصروف گفتگو ہونے کے سبب آپ کی طرف توجہ نہیں دے پا رہا تھا۔"

حضرت ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھا۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرماتے ہیں: "نبیٔ کریم ﷺ ایک انصاری صحابی کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لے گئے، جب گھر کے قریب پہونچے تو اندر سے بات کرنے کی آواز سنی لیکن جب گھر میں داخل ہوئے تو کوئی نظر نہ آیا حضور ﷺ نے پوچھا: "تم کس سے بات کر رہے تھے؟" انہوں نے جواب دیا: "یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک اجنبی شخص آیا تھا آپ کے علاوہ اس سے زیادہ معزز مجلس والا اور اچھی گفتگو کرنے والا میں نے کسی کو نہ دیکھا" تو حضور ﷺ نے فرمایا

"وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے، بے شک تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اگر قسم کھا لیں تو اللہ ضرور ان کی قسم پوری کر دیتا ہے"۔

ابو بکر بن ابی داؤد میں "کتاب المصاحف" میں حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت جبرئیل اور نبی کریم ﷺ کی گفتگو سنا کرتے تھے۔

امام محمد بن نصر مروزی نے "کتاب الصلاۃ" میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ نبی کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اتنے میں، میں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا: "اللهم لك الحمد كله ولك الملك كله وبيدك الخير كله وإليك يرجع الأمر كله علانيته و سره ، اهل أن تحمد إنك على كل شي ء قدير، اللهم إغفر لي جميع ما مضى من ذنوبي و اعصمني فيما بقي من عمري و ارزقني عملاً زاكياً، ترضى به عني"

(اے اللہ ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں اور تمام بادشاہی تیرے لیے ہے اور تمام بھلائی تیرے دست قدرت میں ہے، اور توہی ہر ظاہر و مخفی امور کا مرجع ہے، تو لائق ستائش ہے، بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! میری تمام گزشتہ خطاؤں کو بخش دے اور مابقی زندگی میں مجھے خطاؤں سے محفوظ فرما، مجھے ایسا پاک و ستھرا عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، جس میں تیری رضا شامل ہو۔)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وہ فرشتہ تھا، جو تمہیں تمہارے رب کی حمد کا طریقہ سکھانے آیا تھا"۔

حضرت محمد بن نصر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرماتے

ہیں: "میں نماز ادا کر رہا تھا کہ اسی دوران میں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا: اللهم لك الحمد كله-----الی آخرہ" یعنی اے اللہ ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں اور تمام بادشاہی تیرے لیے ہے اور تمام بھلائی تیرے دست قدرت میں ہے، اور تو ہی ہر ظاہر و مخفی امور کا مرجع ہے، تو لائق ستائش ہے، بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! میری تمام گزشتہ خطاؤں کو بخش دے اور ما بقی زندگی میں مجھے خطاؤں سے محفوظ فرما، مجھے ایسا پاک وستھرا عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، جس میں تیری رضا شامل ہو۔

ابن ابی دنیا نے "کتاب الذکر" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں ضرور مسجد میں جا کر نماز ادا کروں گا اور اللہ کی ایسی حمد بیان کروں گا کہ کسی نے بھی بیان نہ کی ہو گی"، تو جب آپ نماز ادا کر چکے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے لیے بیٹھے کہ اتنے میں پیچھے سے ایک زور کی آواز آئی کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:"

اللهم لك الحمد كله وبيدك الخير كله وإليك يرجع الأمر كله علانيته و سره لك الحمد إنك على كل شيء قدير ، إغفر ليح ما مضى من ذنوبي و اعصمني فيما بقي من عمري و ارزقني اعمالا

(اے اللہ تیرے ہی لیے تمام تعریف ہے، تیرے ہی دست قدرت میں کل بھلائی ہے، اور تو ہی تمام ظاہر و مخفی امور کا مرجع ہے، تیرے ہی لیے تعریف ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، میرے گزشتہ گناہوں کو بخش دے اور باقی ماندہ زندگی میں مجھے گناہوں سے محفوظ فرما، اور مجھے ایسے صاف ستھرے عمل کرنے کی توفیق عطا فرما جس میں

تیری رضا ہو، اور میری توبہ قبول فرما)

چنانچہ وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور واقعہ کی خبر دی تو حضور نے فرمایا کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔

امام طبرانی اور بیہقی نے حضرت محمد بن مسلمہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس سے ہو کر گزرا اور دیکھا کہ آپ اپنا رخسار مبارک ایک شخص کے رخسار پر رکھے ہوئے تھے[۱] اس لیے میں نے سلام نہیں کیا جب میں واپس ہوا تو حضور نے مجھ سے فرمایا کس چیز نے تمہیں سلام کرنے سے روکا، میں نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ ! میں نے آپ کو اس شخص کے ساتھ کچھ اس طرح مشغول دیکھا کہ اور کسی کے ساتھ ایسا نہیں دیکھا تھا اس لیے خلل اندازی کو ناپسند سمجھا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون تھے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "حضرت جبرئیل علیہ السلام"۔

حضرت حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے اسی کمرے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو کھڑا دیکھا اور نبی کریم ﷺ ان سے گفتگو فرما رہے تھے، میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ ! یہ کون تھے؟" آپ نے فرمایا: "تم نے انہیں کس کے مشابہ دیکھا" میں نے کہا: میں نے انہیں دحیہ کلبی کے مشابہ دیکھا۔ "تو حضور نے فرمایا: "تم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا"۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

---

۱ سرگوشی کرنے سے کنایہ ہے۔[مترجم]

نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر وہاں سے چلے، میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا، اتنے میں ان کے پاس کوئی آیا، تو حضور نے مجھ سے فرمایا: "اے حذیفہ! کیا تم نے اس آنے والے کو دیکھا؟" میں نے کہا: "ہاں" تو حضور ﷺ نے فرمایا: "وہ فرشتہ تھا جو اس سے پہلے زمین پر نہیں آیا تھا (آج) وہ اپنے رب سے اجازت لے کر مجھ سے سلام کرنے آیا ہے، اور مجھ کو یہ خوش خبری سنائی کہ حسن، حسین تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور سیدہ فاطمہ زہرا جنتی عورتوں کی سردار ہیں"۔

حضرت امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ابو نعیم، امام بیہقی [رحمۃ اللہ علیہم اجمعین] نے حضرت اسید بن حضیر سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ رات میں وہ سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کے پاس ان کا گھوڑا بندھا ہوا تھا، اچانک ان کا گھوڑا بدکا، آپ خاموش ہو گئے، توگھو[illegible] گیا، پھر آپ نے پڑھنا شروع کر دیا، تو گھوڑا بدکنے لگ[illegible]موش ہو گئے، توگھوڑا خامو[illegible] ہو گیا، پھر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا [illegible] طرح کوئی چیز [illegible]س میں قندیلوں کی طرح روشنی تھی اور یہ سلسلہ آسمان میں اتنے دور تک تھا جہاں تک نظر کی رسائی ممکن نہ تھی، جب صبح ہوئی، تو آپ نے حضور ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی، تو حضور ﷺ نے فرمایا: "وہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز کو سن کر تم سے قریب آ گئے تھے، اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو بھی وہ سب نہیں چھپتے، اور لوگ انہیں دیکھ لیتے"۔(۱)

---

(۱) صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۰ باب نزول السکینۃ والملائکۃ عند قرأت القرآن
صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۹ کتاب فضائل القرآن، باب نزول السکینۃ لقرأت القرآن

واقدی اور ابن عساکر نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن میں نے نبی کریم ﷺ کے دائیں بائیں دو آدمیوں کو دیکھا جو بہت بہادری سے لڑ رہے تھے، پھر ایک تیسرے آدمی کو دیکھا جو حضور کے پیچھے تھا، پھر ایک چوتھے آدمی کو دیکھا جو حضور کے آگے تھا۔

حضرت اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مسند میں اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اور ابو نعیم اور بیہقی نے دونوں حدیثوں کو دلائل النبوۃ میں حضرت اسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنی بینائی زائل ہو جانے کے بعد فرمایا تھا کہ اگر میں آج تم لوگوں کے ساتھ میدان بدر میں ہوتا اور میری بینائی سلامت ہوتی تو میں ضرور سب کو وہ گھاٹی بتا دیتا جس سے ملائکہ نکلے تھے اس میں مجھے کوئی شک و تردد نہیں ہوتا۔

امام بیہقی نے امام بردہ بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: "میں جنگ بدر کے دن تین سر لے کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ان کو نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھ کر عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ ! دو '۲' ، سروں کو تو میں نے کاٹا لیکن تیسرے سر کا حال یہ ہے کہ میں نے ایک گورے اور لمبے قد والے آدمی کو اسے کاٹتے ہوئے دیکھا، لہذا میں نے اسے اٹھالیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ فلاں فرشتہ تھا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، فرماتے ہیں: "فرشتے تمہارے پاس انہیں لوگوں کی صورت میں آتے ہیں جنہیں تم اچھی طرح پہچانتے ہو، وہ فرشتے لوگوں کو ثابت قدم رہنے کی رغبت دلاتے ہیں راوی فرماتے ہیں کہ

میں ان سے قریب ہوا، اور ان کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر انہوں (کفار) نے ہم پر حملہ کیا تو ہم ان کے پاؤں نہ جمنے دیں گے، ان کا حملہ ہمارے مقابل کچھ حیثیت نہیں رکھتا درج ذیل آیت کریمہ قرآن پاک میں اسی طرف اشارہ کرتی ہے"۔

"إذ یوحی ربك إلی الملائكة أنّي معكم فثبتوا الذین آمنوا الآیة"(۱)

جب اے محبوب! تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈالوں گا تو کافروں کی گردنوں سے اوپر مارو اور ان کی ایک ایک پور (جوڑ) پر ضرب لگاؤ(۲)]

امام احمد، ابن سعد، ابن جریر، اور دلائل النبوۃ میں ابو نعیم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا تھا، ان کا نام ابو الیسر کعب بن عمرو تھا، وہ بہت دبلے نحیف و ناتواں، لاغر و کمزور انسان تھے، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ قوی، ہیکل اور طاقت ور تھے، چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اے ابو الیسر! تم نے حضرت عباس کو کیسے گرفتار کیا؟" حضرت ابو الیسر نے عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ! ان کو گرفتار کرنے میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی جس کو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، اور نہ ہی اس کے بعد اس کو کبھی دیکھا، وہ دیکھنے میں ایسا ایسا تھا، تب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یقیناً ایک رحمت والے فرشتے نے اس سلسلے میں تمہاری مدد فرمائی تھی"۔

---

(۱) سورہ انفال آیۃ ۱۲

(۲) کنز الایمان ۱۲

امام ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت عمار بن ابی عمار سے روایت کیا کہ حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دکھادیں"، حضور نے فرمایا: "بیٹھ جایئے"، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کعبہ شریف کے اندر رکھی ہوئی ایک لکڑی پر نازل ہوئے، تو حضور نے فرمایا: "اپنی نگاہ اوپر اٹھایئے" چناں چہ حضرت نے دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے قدم سبز زبرجد کے مشابہ ہیں۔

امام ابن ابی دنیا "کتاب القبور" میں اور امام طبرانی "المعجم الاوسط" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "ایک مرتبہ میں بدر کی وادیوں میں سیر کر رہا تھا، اتنے میں ایک گڑھے سے ایک آدمی نکلا جس کے گلے میں زنجیر تھی، اس نے مجھے آواز دی: "اے عبد اللہ مجھے پانی دیجیے"، پھر اسی گڑھے سے ایک اور آدمی نکلا جس کے ہاتھ میں کوڑا تھا، اس نے کہا: "اے عبد اللہ ! اسے پانی نہ پلانا کہ یہ کافر ہے"، پھر اسے چابک سے مارنے لگا یہاں تک کہ وہ اپنے گڑھے میں لوٹ گیا، پھر میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور اس واقعہ کی خبر دی تو حضور نے فرمایا: "کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا؟" میں نے کہا: "ہاں ! یا رسول اللہ" حضور نے بتایا کہ وہ آدمی اللہ کا دشمن ابوجہل تھا اور دوسرا آدمی عذاب کا فرشتہ تھا جو قیامت تک اس پر مسلط رہے گا۔" (اس حدیث میں موضع استدلال یہ ہے کہ ان صحابی نے جس آدمی کو دیکھا وہ عذاب کا فرشتہ تھا)

امام ابن ابی دنیا، امام طبرانی اور علامہ ابن عساکر نے حضرت عروہ بن رویم سے روایت کرتے ہیں اور صحابیٔ رسول حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ ان کی خواہش تھی کہ اب وہ دنیا سے کوچ کر جائیں، چنانچہ آپ دعا کرتے تھے :"اے اللہ! میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں، اور میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں، لہذا تو مجھے اپنے پاس بلالے" آپ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں دمشق کی ایک مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، اور یہ دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ میری روح قبض فرمالے، اتنے میں، میں نے ایک نہایت خوب صورت نوجوان کو دیکھا، تو اس نے کہا کہ یہ آپ کس طرح دعا کر رہے ہیں تو میں نے کہا :"کیسے دعا کروں؟" تو اس نوجوان نے کہا: اس طرح دعا کیجیے، اے اللہ مجھے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما اور مجھے میرے متعینہ وقت کو پہونچا، میں نے اس سے کہا اللہ آپ پر رحمت فرمائے، آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا:" رتائیل، فرشتہ ہوں مومنوں کے دلوں سے غم کو نکال کر پھینک دیتا ہوں، پھر جب میں نے ادھر اُدھر دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔"

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت سعد بن سنان سے روایت کیا ہے کہ میں نماز کے ارادے بیت المقدس آیا اور مسجد میں داخل ہوا، ابھی میں اسی حال تھا کہ اتنے میں، میں نے ایک چھوٹے سے پرندے کو آتے ہوئے دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا:" پاک ہے وہ ذات جو ہمیشہ سے قائم ودائم ہے اور پاکی ھے اسکی جو بادشاہ ہے کمالِ پاکی والا ہے پاکی ہے فرشتوں اور روح کے پروردگار کی پاکی ہے اللہ کے لے اور اسی کے لئے حمد ہے پاکی ہے اللہ کے لے جو نہایت بلند وبالا ہے پاکی ہے اس کے لے وہ سب سے بلند ہے"

پھر ایک اور پرندہ یہی پڑھتے ہوئے آیا، پھر یکے بعد دیگرے پرندے آتے رہے، یہاں تک کہ مسجد بھر گئی، اتنے میں ان میں سے ایک میرے قریب آیا اور کہا:" کیا آپ آدمی ہیں؟" میں نے کہا:" ہاں" اس نے کہا ڈرو نہیں، یہ سب فرشتے ہیں۔"

ضمیمہ

فرشتے کا خواب میں اذان کی تعلیم دینا

اس باب میں وہ حدیث بھی ذکر کرنے کے لائق ہے، جسے امام ابوداؤد نے حضرت عمیر بن انس سے روایت کیا، حضرت عمیر بن انس نے قبیلۂ انصار سے تعلق رکھنے والی اپنی ایک پھوپھی سے روایت کیا کہ حضرت عبد اللہ بن زید نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ ایک دن میں اونگھ رہا تھا، اتنے میں ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اذان کی تعلیم دی''، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی خواب پہلے دیکھ چکے تھے، لیکن بیس دن سے اسے چھپائے ہوئے تھے۔(۱)

حضرت ابونعیم فضل بن دکین کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر مجھے تہمت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور کہہ دیتا کہ میں اس وقت سویا نہ تھا''۔

سنن ابوداؤد میں ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص آئے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! میں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا ہے جس پر سبز رنگ کے دو کپڑے تھے، اس نے اذان دی اور بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوا اور ویسے ہی کہا لیکن اس مرتبہ اس نے ''قد قامت الصلوٰۃ'' کا اضافہ کیا راوی کا بیان ہے کہ اگر مجھے لوگوں کی باتوں کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ میں سویا نہیں تھا بلکہ بیدار تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا بے

---

۱ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۷۱، کتاب الصلوٰۃ، باب بدء الاذان

شک اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی چیز دکھائی۔"(۱)

شیخ ولی الدین عراقی سنن ابو داؤد کی شرح میں فرماتے ہیں: "انہوں نے کہا: یہ جو کہا گیا کہ میں سونے اور جاگنے کے درمیانی منزل میں تھا، اس کی توضیح مشکل ہے، اس لیے کہ حالتیں دو ہی ہیں، نیند کی حالت اور بیداری کی حالت، لہذا ان کی مراد یہ ہو گی کہ ان کی نیند ہلکی اور بیداری سے قریب تھی، لہذا اس اعتبار سے گویا کہ نیند اور بیداری کے درمیان ایک درجہ ثابت ہو گیا، میرا کہنا ہے کہ اس سے ظاہر تر توجیہ یہ ہو گی کہ اس کو اس حالت پر محمول کیا جائے جو اصفیا پر طاری ہوتی ہے، جس حالت میں وہ اسرار و رموز کی باتیں امکان بھر دیکھتے، سنتے ہیں، اس لیے کہ صحابۂ کرام دیکھنے اور سننے میں گروہ اصفیا کے سردار ہیں، نیز متعدد احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بھی حضرت عبد اللہ بن زید کی طرح دیکھا تھا۔

امام الحرمین نے "النہایہ" اور امام غزالی نے "البسیط" میں ذکر کیا ہے کہ دس سے زائد صحابۂ کرام نے حضرت عبد اللہ بن زید کی طرح خواب دیکھا تھا، اور اس حدیث میں بھی ہے، جس فرشتے نے اذان دی تھی، تو حضرت عمر، حضرت بلال رضی اللہ عنہما نے سنا تھا وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے، اس حدیث کو حضرت حارث بن اسامہ اپنی مسند میں نقل کیا ہے اور اسی کے مشابہ وہ حدیث بھی ہے، جسے علامہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت محمد بن منکدر سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیے، تو آپ نے انہیں سخت بیماری کے عالم میں پایا، تو ان کے یہاں سے آپ

(۱) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۷۴، کتاب الصلوۃ، باب کیف الاذان

ﷺ نکلے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گیے، تا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیماری کا حال ان کو بتائیں، اتنے میں دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، چنانچہ وہ گھر میں داخل ہوئے، تو نبی کریم ﷺ نے اس بات پر تعجب کا اظہار فرمایا کہ اللہ نے انہیں اتنی جلدی شفا دے دی، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ جیسے ہی میر پاس سے تشریف لے گیے مجھے اونگھ آگئی، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور میرے پہلو پر داغ لگا دیا، پھر میں کھڑا ہوا تو شفا پا چکا تھا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ اونگھ کی حالت تھی نیند کی نہیں۔

سہل بن حبیس کی روایت

حضرت امام طبرانی نے معجم الکبیر میں اور حضرت ابو نعیم نے حضرت سہم بن حسیس سے روایت کیا ہے جو کہ ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت موجود تھے، انہوں نے فرمایا: "جب شام ہوئی تو میں نے کہا کہ تم لوگ کیسے اپنے ساتھی (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) کو صبح تک چھوڑے رکھو گے کہ صبح کو وہ (باغی) انہیں مثلہ کر دیں گے، لہٰذا انہیں جنت البقیع کی طرف لے چلو!۔ یہ کام ہم نصف شب میں کر سکے، پھر ہم نے جنازہ اٹھایا اور چل پڑے، ایک جماعت ہمارے پیچھے سے آئی تو ہم ڈر گییٔے، ابھی ہم جنازہ چھوڑ کر اِدھر اُدھر منتشر ہی ہونے والے تھے کہ کسی نے آواز دی: "ڈرو مت! ٹھہرو! ہم تمہارے ساتھ جنازے میں شریک ہونے آئے ہیں، ابن حسیس فرماتے ہیں کہ بخدا وہ فرشتے تھے"۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں فرمایا: "ہم سے حدیث بیان کیا محمد بن شابور نے انہوں نے حضرت نعمان بن المنذر سے انہوں نے عوف بن مالک سے روایت کی کہ ہم غزوہ طوابہ میں ملک روم گیے اور ایک قلعہ میں قیام پذیر ہوئے میں نے اپنے ساتھیوں کے سواریوں کی نگرانی شروع کر دی اور ان کے لگام کو ڈھیلا کر دیا تو میرے ساتھی ان کو بیٹھانے لگے میں ابھی اسی حال میں تھا کہ اتنے میں "السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ" کی آواز سنی، کسی نے پوچھا: "کیا تم امت محمدیہ ﷺ سے ہو؟ میں نے جواب دیا: ہاں ! میں امت محمدیہ سے ہوں" پھر اس نے کہا: "تب تو تم صبر کرو اس لیے کہ یہ قابل رحم امت ہے، اللہ نے اس پر پانچ فتنے لکھ رکھا ہے اور پانچ نمازوں کو فرض کر دیا ہے میں نے کہا مجھے ان فتنوں پر آگاہ کر دیجیے ،تو اس نے بتایا کہ پہلا فتنہ تو تمہارے نبی (ﷺ) کا وصال ہے، جس کو قرآن پاک میں "نسعۃ" سے موسوم کیا گیا، دوسرا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے، جس کو قرآن پاک میں "الصماد" سے یاد کیا گیا ہے، تیسرا حضرت عبد اللہ بن زبیر سے متعلق ہے، جس کو قرآن پاک میں "العمیاء" سے موسوم کیا گیا ہے، چوتھا حضرت ابن اشعب سے متعلق ہے ، جس کو قرآن پاک میں "الیقین" سے یاد کیا گیا ہے، پانچواں وہ جاتے جاتے کہہ رہا تھا ایک فتنہ ظلم کا ہے، پھر میں نہ جان سکا کہ وہ کیسے غائب ہو گیا۔

تمت بحمد الله و عونه وحسن توفيقه

وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله و صحبه و سلم تسليماً كثيراً دائماً ابداً

العبد المذنب

محمد اظہر الدین علیمی نظامی غفرلہ

تنوير الحلك في إمكان رؤية النبي والملك

للإمام جلال الدين السيوطي رحمه الله

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد للهوكفى و سلام على عباده الذين اصطفي- و بعد!

فقد كثر السؤال عن رؤية أرباب الأحوال للنبي صلى الله عليه وسلم في اليقظة وإن طائفة من أهل العصر ممن لا قدم لهم في العلم بالغوا في إنكار ذلك و التعجب منه و ادعوا أنه مستحيل فألفت هذه الكراسة في ذلك و سميتها "تنوير الحلك في إمكان رؤية النبي والملك"

ونبدأ بالحديث الصحيح الوارد في ذلك:

أخرج البخاري و مسلم و أبو داؤد عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: "من رآني في المنام فسيراني في اليقظة و لا يتمثل الشيطان بي"

و أخرج الطبراني مثله من حديث مالك بن عبد الله الخثعمي و من حديث أبي بكرة، و أخرج الدارمي مثله من حديث أبي قتادة-

قال العلماء: اختلف في معنى قوله فسيراني في اليقظة فقيل معناه فسيراني في القيامة و تعقب بأنه لا فائدة في هذا التخصيص لأن كل أمته يرونه يوم القيامة من رآه منهم و من لم يره، وقيل المراد من آمن به في حياته ولم يره لكونه حينئذ غائبا عنه فيكون مبشرا له أنه لا بد أن يراه في اليقظة قبل موته، و قال قوم: هو علي ظاهره فمن رأه في النوم فلا بد أن يراه في اليقظة يعني بعيني رأسه و قيل بعين في قلبه، حكاهما القاضي أبو بكر ابن العربي-

وقال الامام أبو محمد بن ابي جمرة في تعليقه علي الأحاديث التي انتقاها من البخاري: هذا الحديث يدل علي أنه من رآه صلى الله عليه وسلم في النوم فسيراه في اليقظة و هل هذا علي عمومه في حياته و بعد مماته أو كان هذا في حياته؟ و هل ذلك لكل من رآه مطلقا أو خاص بمن فيه الأهلية و الاتباع لسنته عليه السلام؟ اللفظ

يعطى العموم و من يدعي الخصوص فيه بغير مخصص منه صلى لله عليه و سلم فمتعسف- قال: و قد وقع من بعض الناس عدم التصديق بعمومه وقال على ما اعطاه عقله و كيف يكون من قد مات يراه الحي في عالم الشاهد قال و في هذا القول من المحذور وجهان خطران أحدهما عدم التصديق لقول الصادق عليه السلام الذي لا ينطق عن الهوى-

والثاني الجهل بقدرة القادر و تعجيزها كأنه لم يسمع في سورة البقرة قصة البقرة و كيف قال الله تعالي(اضربوه ببعضها كذالك يحي الموتي)و قصة إبراهيم عليه السلام في الأربع من الطير، و قصة عزير فالذي جعل ضرب الميت ببعض البقرة سببا لحياته و جعل دعاء إبراهيم سببا لإحياء الطيور و جعل تعجب عزير سببا لموته و موت حماره ثم لإحيائهما بعد مائة سنة قادر أن يجعل رؤيته صلى الله عليه و سلم في النوم سببا لرؤيته في اليقظة و قد ذكر عن بعض الصحابة أظنه ابن عباس رضي الله عنهما أنه رأى النبي صلي الله عليه وسلم في النوم فتذكر هذا الحديث و بقي يفكر فيه ثم دخل علي بعض أزواج النبي أظنها ميمونة فقص عليها قصته فقامت و أخرجت له مرآته صلي الله عليه وسلم قال رضي الله عنه فنظرت في مراة النبي فرأيت صورة النبي صلي الله عليه وسلم ولم أر لنفسي صورة قال و قد ذكر عن السلف و الخلف و هلم جرا ممن كانوا رأه صلى الله عليه وسلم في النوم و كانوا ممن يصدقون بهذا الحديث فرأوه بعد ذلك في اليقظة و سألوه عن أشياء كانوا منها متشوسين فأخبرهم بتفريجها و نص لهم على الوجوه التي منها يكون فرجها فجاء الأمر كذلك بلا زيادة و لا نقص- قال: و المنكر لهذا لا يخلو إما أن يصدق بكرامات الأولياء أو يكذب بها فإن كان ممن يكذب بها فقد سقط البحث معه فإنه يكذب ما أثبتته السنة بالدلائل الواضحة و إن كان مصدقا بها فهذه من ذلك القبيل لأن الأولياء يكشف لهم بخرق العادة عن أشياء في العالمين

العلوي و السفلي عديدة فلا ينكر هذا مع التصديق بذلك انتهى كلام ابن أبي جمرة-

وقوله إن ذلك عام و ليس بخاص بمن فيه الأهلية و الإتباع لسنته عليه السلام مراده و قوع الرؤية الموعود بها في اليقظة على الرؤية في المنام ولو مرة واحدة تحقيقا لوعده الشريف الذي لا يخلف و أكثر ما يقع ذلك للعامة قبيل الموت عند الاحتضار فلاتخرج روحه من جسده حتى يراه وفاء بوعده- وأما غيرهم فتحصل لهم الرؤية في طول حياتهم إما كثيرا و إما قليلابحسب اجتهادهم و محافظتهم على السنة ، والاخلال بالسنة مانع كبير،أخرج مسلم في صحيحه عن مطرف قال: قال لي عمران بن حصين: قد كان يسلم علي حتى اكتويت فترك ثم تركت الكي فعاد-

و أخرج مسلم من وجه أخرعن مطرف قال: بعث إلي عمران بن حصين في مرضه الذي توفي فيه فقال إني محدثك فإن عشت فاكتم عني و إن مت فحدث بها إن شئت إنه قد سلم عليّ-قال النووي في شرح مسلم معني الحديث الأول أن عمران بن حصين كانت به بواسير فكان يصبر على ألمها وكانت الملائكة تسلم عليه و اكتوى فانقطع سلامهم عليه ثم ترك الكي فعاد سلامهم عليه ،قال: وقوله في الحديث الثاني "فإن عشت فاكتم عني"- أراد به الإخبار بالسلام عليه لأنه كره أن يشاع عنه ذلك في حياته لما فيه من التعرض للفتنة بخلاف ما بعد الموت-

وقال القرطبي في شرح مسلم: يعني أن الملائكة كانت تسلم عليه إكراما له و إحتراما إلى أن اكتوى فتركت السلام عليه ففيه إثبات كرامات الأولياء انتهى-

و أخرج الحاكم في المستدرك و صححه من طريق مطرف بن عبد الله عن عمران بن حصين قال إعلم يا مطرف! أنه كان تسلم على الملائكة عند رأسي و عند البيت و عند باب الحجرة فلما

اکتویت ذهب ذاك قال فلما برأ كلمه قال اعلم يا مطرف! أنه عاد إلى الذي كنت اكتم علي حتي اموت۔

فانظر كيف حجب عمران عن سماع تسليم الملائكة لكونه اكتوي مع شدة الضرورة الداعية إلى ذلك لأن الكي خلاف السنة۔

قال البيهقي في شعب الإيمان: لو كان النهي عن الكي على طريق التحريم لم يكتو عمران مع علمه بالنهي غير أنه ركب المكروه ففارقه ملك كان يسلم عليه فحزن على ذلك و قال هذا القول ثم قد روي أنه عاد إليه قبل موته ۔

وقال ابن الأثير في النهاية يعني أن الملائكة كانت تسلم عليه فلما اكتوى بسبب مرضه تركوا السلام عليه لأن الكي يقدح في التوكل والتسليم إلى الله و الصبر علي ما يبتلى به العبد وطلب الشفاء من عنده وليس ذلك قادحا في جواز الكي ولكنه قادح في التوكل و هي درجة عالية وراء مباشرة الأسباب۔

و أخرج ابن سعد في الطبقات عن قتادة أن الملائكة كانت تصافح عمران بن حصين حتي اكتوى فتنحت۔

وأخرج أبو نعيم في دلائل النبوة عن يحيى بن سعيدالقطان قال ما قدم علينا البصرة من الصحابة أفضل من عمران بن حصين أتت عليه ثلاثون سنة تسلم عليه الملائكةمن جوانب بيته۔

وأخرج الترمذي في تاريخه و أبو نعيم و البيهقي في دلائل النبوة عن غزالة قالت كان عمران بن حصين يأمرنا أن نكنس الدار و نسمع "السلام عليكم" و لانرى أحدا۔قال الترمذي هذا تسليم الملائكة۔

وقال حجة الإسلام أبو حامد الغزالي في كتاب "المنقذ من الضلال"ثم أنني لما فرغت من العلوم أقبلت بهمتي على طريق الصوفية و القدر الذي اذكره لينتفع به أنني علمت يقينا أن الصوفية هم السالكون لطرق الله وأن سيرهم و سيرتهم أحسن السير و طريقهم أحسن الطرق و أخلاقهم أزكى الأخلاق بل لو جمع عقل

العقلاء و حكمة الحكماء و علم الواقفين على أسرار الشرع من العلماء ليغير شيئا من سيرهم و أخلاقهم و يبدلوه بما هو خير منه لم يجدوا إليه سبيلا فإن جميع حركاتهم وسكناتهم في ظواهرهم و بواطنهم مقتبسة و ليس وراء نور النبوة على وجه الأرض نور يستضاء به إلى أن قال حتى أنهم و هم في يقظتهم يشاهدون الملائكة و أرواح الأنبياء و يسمعون منهم أصواتا و يقتبسون منهم فوائد ثم يترقي الحال من مشاهدة الصور والأمثال إلى درجات يضيق عنها نطاق النطق هذا كلام الغزالي-

وقال تلميذه القاضي أبو بكر بن العربي أحد أئمة المالكية في كتابه قانون التأويل ذهبت الصوفية إلى أنه إذا حصل للإنسان طهارة النفس و تزكية القلب و قطع العلائق و حسم مواد أسباب الدنيا من الجاه و المال و الخلطة بالجنس و الإقبال على الله تعالي بالكلية علما دائما وعملا مستمرا كشفت له القلوب و رأى الملائكة و سمع أقوالهم و اطلع على أرواح الأنبياء وسمع كلامهم، ثم قال ابن العربي من عنده و رؤية الأنبياء و الملائكةوسماع كلامهم ممكن للمؤمن كرامة وللكافر عقوبة انتهي-

وقال الشيخ عز الدين بن عبد السلام في القواعد الكبرى وقال ابن الحاج في المدخل: رؤية النبي صلى الله عليه وسلم في اليقظة باب ضيق وقل من يقع له ذلك إلا من كان على صفة عزيز و جودها في هذا الزمان بل عدمت غالباً مع أنا لا ننكرمن يقع له هذا من الأكابر الذين حفظهم الله في ظواهرهم و بواطنهم-

قال: و قد أنكر بعض علماء الظاهر رؤية النبي صلى الله عليه وسلم في اليقظة و علّل ذلك بأن قال:"العين الفانية لا ترى العين الباقية و النبي صلى الله عليه وسلم في دار البقاء والرائي في دارالفناء"-

وقد كان سيدي أبو محمد بن أبي جمرة يحل هذا الاشكال و يرده بأن المؤمن إذا مات يرى الله و هو لا يموت والواحد منهم يموت في كل يوم سبعين مرة انتهى-

وقال القاضي شرف الدين هبة الله بن عبد الرحيم البارزي في كتاب توثيق عرى الإيمان، قال البيهقي في كتاب الإعتقاد: الأنبياء بعد ما قبضوا ردت إليهم أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء وقد رأى نبينا صلى الله عليه وسلم ليلة المعراج جماعة منهم و أخبر، و خبره صدق أن صلاتنا معروضة عليه وأن سلامنا يبلغه و أن الله تعالى حرم على الأرض أن تأكل لحوم الأنبياء قال البارزي: وقد سمع من جماعة من الأولياء في زماننا و قبله أنهم رأوا النبي صلى الله عليه وسلم في اليقظة حيا بعد وفاته-

قال: و قد ذكر ذلك الشيخ الأمام شيخ الأسلام أبو البيان نبا بن محمد بن محفوظ الدمشقي في نظيمته انتهى-

وقال الشيخ أكمل الدين البابرتي الحنفي في شرح المشارق في حديث من رآني: الاجتماع بالشخصين يقظة ومناما لحصول ما به الاتحاد و له خمسة أصول كلية الاشتراك في الذات أو في صفة فصاعدا أو في حال فصاعدا أو في الأفعال أو في المراتب وكل مايتعقل من الماسبة بين شيئين أو أشياء لا يخرج عن هذه الخمسة و بحسب قوته على ما به الاختلاف و ضعفه يكثر الاجتماع و يقل و قد يقوى على ضده فتقوى المحبة بحيث يكاد الشخصان لا يفترقان وقد يكون بالعكس ومن حصل الأصول الخمسة و ثبتت المناسبة بينه و بين أرواح الكمل الماضين اجتمع بهم متى شاء-

وقال الشيخ صفي الدين بن أبي المنصور في رسالته والشيخ عفيف الدين اليافعي في روض الرياحين قال: الشيخ الكبير قدوة الشيوخ العارفين و بركة أهل زمانه أبو عبدالله القرشي لما جاء الغلاء الكبير إلى ديار مصر توجهت لأن ادعو فقيل لي:لا تدع فما يسمع لأحد منكم في هذا الأمر دعاء فسافرت إلى الشام فلما

وصلت إلى قريب ضريح الخليل عليه السلام تلقاني الخليل فقلت: يا رسول الله! اجعل ضيافتي عندك الدعاء لأهل مصر فدعالهم ففرج الله عنهم-

قال اليافعي: "و قوله تلقاني الخليل" قول حق لا ينكره إلا جاهل بمعرفة ما يرد عليهم من الأحوال التي يشاهدون فيها ملكوت السماء و الأرض و ينظرون الأنبياء أحياء غير أموات كما نظر النبي صلى الله عليه وسلم إلى موسى عليه السلام في الأرض ونظره أيضا هو و جماعة من الأنبياء في السماوات وسمع منهم مخاطبات و قد تقرر أن ماجاز للأنبياء معجزة جاز للأولياء كرامة بشرط عدم التحدي-

وقال الشيخ سراج الدين بن الملقن في طبقات الأولياء، قال الشيخ عبد القادر الكيلاني: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل الظهر فقال لي: يا نبي! لم لا تتكلم قلت: يا أبتاه! أنا رجل أعجمي كيف أتكلم على فصحاء بغداد فقال :افتح فاك ففتحه فتفل فيه سبعا وقال: تكلم على الناس و ادع إلى سبيل ربك بالحكمة و الموعظة الحسنة فصليت الظهر و جلست و حضرني خلق كثير فارتج عليّ فرأيت عليا قائما بأزائي في المجلس فقال لي: يا بني! لم لا تتكلم؟ قلت: يا أبتاه! قد ارتج علي فقال: افتح فاك ففتحته فتفل فيه ستا فقلت: لم لا تكملها سبعا قال: أدبا مع رسول الله عليه وسلم ثم توارى عني فقلت:غواص الفكر يغوص في بحر القلب على در المعارف فيستخرجها إلى ساحل الصدر فينادي عليها سمسار ترجمان اللسان فتشتري بنفائس أثمان حسن الطاعة في بيوت أذن الله أن ترفع- وقال أيضا في ترجمة الشيخ خليفة بن موسى النهر ملكي: كان كثير الرؤية لرسول الله صلى الله عليه وسلم يقظة ومناما فكان يقال:أن أكثر أفعاله متلقاة منه بأمر منه إما يقظة و إما مناما و رآه في ليلة واحدة سبع عشرة مرة قال له في إحداهن: يا خليفة! لا تضجر مني كثير من الأولياء مات بحسرة رؤيتي-

وقال الكمال الأدفوي في "الطالع السعيد" في ترجمة الصفي أبي عبد الله محمد بن يحيى الأسواني نزيل أخميم من أصحاب أبي يحيى بن شافع كان مشهورا بالصلاح وله مكاشفات وكرامات كتب عنه ابن دقيق العيد وابن النعمان والقطب القسطلاني وكان يذكر أنه يرى النبي صلى الله عليه وسلم و يجتمع به-

وقال الشيخ عبد الغفار بن نوح القوصي في كتابه "الوحيد" من أصحاب الشيخ أبي يحيى أبو عبد الله الأسوانى المقيم بأخميم: كان يخبر أنه يرى رسول الله صلى الله عليه وسلم في كل ساعة حتي لا تكاد ساعة إلا ويخبر عنه-

وقال في الوحيد أيضا: كان للشيخ أبي العباس المرسي وصلة بالنبي صلى الله عليه وسلم إذا سلم علي النبي صلى الله عليه وسلم رد عليه السلام و يجاوبه إذا تحدث معه- وقال الشيخ تاج الدين بن عطاء الله في لطائف المنن: قال رجل للشيخ أبي العباس المرسي يا سيدي! صافحني بكفك هذه فإنك لقيت رجالا و بلادا فقال: والله! ما صافحت بكفي هذه إلا رسول الله صلى الله عليه وسلم-

قال: وقال الشيخ: لو حجب عني رسول الله صلى الله عليه وسلم طرفة عين ما عددت نفسي من المسلمين-

وقال الشيخ صفي الدين بن أبي المنصور في رسالته والشيخ عبد الغفار في الوحيد حكي عن الشيخ أبي الحسن الوناني قال: أخبرني الشيخ أبو العباس الطنجي قال: وردت علي سيدي أحمد بن الرفاعي فقال لي: ما أنا شيخك شيخك عبد الرحيم بقنا فسافرت إلى "قنا" فدخلت على الشيخ عبد الرحيم فقال لي: عرفت رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قلت: لا! قال: رح إلى بيت المقدس فحين وضعت رجلي و إذا بالسماء و الأرض و العرش و الكرسي مملوء ة من رسول الله صلى الله عليه وسلم فرجعت إلى الشيخ فقال لي: عرفت رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قلت: نعم قال: الآن كملت طريقتك لم تكن الأقطاب أقطابا والأوتاد اوتادا والأولياء أولياء إلا

بمعرفته صلى الله عليه وسلم وقال في الوحيد: وممن رأيته بمكة الشيخ عبد الله الدلاصي أخبرني أنه لم تصح له صلاة في عمره الا صلاة واحدة قال: وذالك أني كنت بالمسجد الحرام في صلاة الصبح فلما أحرم الإمام وأحرمت أخذتني أخذة فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي إماما و خلفه العشرة فصليت معهم وكان ذلك في سنة ثلاث وسبعين وستمائة فقرأ صلى الله عليه وسلم في الركعة الأولى "سورة المدثر" وفي الثانية "عم يتساءلون" فلما سلم دعا بهذا الدعاء: "اللّهم اجعلنا هداة مهديين غير ضالين و لا مضلين لا طمعا في برك ولارغبة فيما عندك لأن لك المنة علينا بإيجادنا قبل أن لم نكن فلك الحمد على ذلك لا إله إلا أنت- فلما فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم، سلم الإمام فعقلت تسليمه فسلمت-

وقال الشيخ صفي الدين في رسالته:قال لي الشيخ أبو العباس الحرار: دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم مرة فوجدته يكتب مناشير للأولياء بالولاية و كتب لأخي محمد منهم منشورا، قال: وكان أخو الشيخ كبيرا في الولاية كان على وجهه نور لا يخفى على أحد أنه ولي فسألنا الشيخ عن ذلك فقال: نفخ النبي صلى الله عليه وسلم في وجهه فأثرت النفخة هذا النور-

قال الشيخ صفي الدين: ورأيت الشيخ الجليل الكبير أبا عبد الله القرطبي أجل أصحاب الشيخ القرشي وكان أكثر إقامته بالمدينة النبوية وكان له بالنبي صلى الله عليه وسلم وصلة وأجوبة ورد للسلام حمله رسول الله صلى الله عليه وسلم رسالة للملك الكامل و توجه بهاإلى مصر وأداها وعادإلى المدينة، قال: و ممن رأيت بمصر الشيخ أبو العباس القسطلاني أخص أصحاب الشيخ القرشي زاهد مصر في وقته وكان أكثر أوقاته في آخر عمره بمكة يقال: أنه دخل مرة على النبي صلى الله عليه وسلم فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: أخذ الله بيدك يا أحمد-

وحكي عن بعض الأولياء أنه حضر مجلس فقيه فروى ذلك الفقيه حديثا فقال له الولي: هذا الحديث باطل فقال له الفقيه: ومن أين لك هذا؟ فقال: هذا النبي صلى الله عليه وسلم واقف على رأسك يقول: "إني لم أقل هذا الحديث" و كشف للفقيه فرآه-

وفي كتاب "المنح الالهية في مناقب السادة الوفائية" لابن فارس قال: سمعت سيدي علي عليه الرحمة يقول: كنت و أنا ابن خمس سنين أقرأ القرآن على رجل يقال له الشيخ يعقوب فأتيته يوما فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم يقظة لا مناما و عليه قميص أبيض قطن ثم رأيت القميص علي فقال لي: إقرأ! فقرأت عليه سورة "والضحى" و"ألم نشرح" ثم غاب عني فلما أن بلغت إحدى و عشرين سنة أحرمت لصلاة الصبح بالقرافة فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم قبالة وجهي فعانقني وقال لي: (وأما بنعمة ربك فحدث) فأوتيت لسانه من ذلك الوقت انتهى-

وفي بعض المجاميع حج سيدي أحمد الرفاعي فلما وقف تجاه الحجرة الشريفة أنشد:

في حالة البعد روحي كنت أرسلها
تقبل الأرض عني فهي نائبتي
وهذه نوبة الأشباح قد حضرت
فامدد يمينك كي تحظى بها شفتي

فخرجت اليد الشريفة من القبر الشريف فقبلها-

وفي معجم الشيخ برهان الدين البقاعي حدثني الإمام أبو الفضل ابن أبي الفضل النويري أن السيد نورالدين الأيجي والد الشريف عفيف الدين لما ورد إلى الروضة الشريفة وقال: "السلام عليك أيها النبي ورحمة الله و بركاته" وسمع من كان بحضرته قائلا يقول من القبر: "وعليك السلام يا ولدي"-

وقال الحافظ محب الدين بن النجار في تاريخه: أخبرني أبو أحمد داود بن علي بن محمد بن هبة الله بن المسلمة انا ابو الفرج المبارك بن عبد الله بن محمد بن النقور قال: حكي شيخناأبو نصر عبد الواحد بن عبد الملك بن محمد بن أبي سعد الصوفي الكرخي قال: حججت وزرت النبي صلى الله عليه وسلم فبينا أنا جالس عند الحجرة إذ دخل الشيخ أبو بكر الديار بكري ووقف بإزاء وجه النبي صلى الله عليه وسلم وقال: "السلام عليك يا رسول الله" فسمعت صوتا من داخل الحجرة "و عليك السلام يا أبا بكر" وسمعه من حضر-

وفي كتاب :مصباح الظلام في المستغيثين بخير الأنام: للشيخ شمس الدين محمد بن موسى بن النعمان قال: سمعت يوسف بن علي الزنائي يحكي عن امرأة هاشمية كانت مجاورة بالمدينة و كان بعض الخدام يؤذيها قالت: فاستغثت بالنبي صلى الله عليه وسلم فسمعت قائلا من الروضة يقول: "أما لك في أسوة؟ فاصبري كما صبرت" أو نحو هذا- قالت: فزال عني ما كنت فيه ومات الخدام الثلاثة الذين كانو يؤذونني-

وقال: ابن السمعاني في الدلائل أنبأنا أبو بكر هبة الله بن الفرج أنبانا أبو القاسم يوسف بن محمد بن يوسف الخطيب أنبانا أبو القاسم عبد الرحمن بن عمر بن تميم المؤدب حدثنا علي بن إبراهيم بن علان أخبرنا علي بن محمد بن علي حدثنا أحمد بن الهيثم الطائي حدثني أبي عن أبيه عن سلمة بن كهيل عن أبي صادق عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال قدم علينا أعرابي بعد ما دفنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فرمى بنفسه على قبر النبي صلى الله عليه وسلم و حثا من ترابه على رأسه وقال يا رسول الله قلت فسمعنا قولك ووعيت من الله فأوعينا عنك وكان فيما أنزل الله عليك (ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاؤك فاستغفروا الله و استغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما) وقد ظلمت نفسي و جيئتك تستغفر لي

فنودي من القبر أنه قد غفر لك، ثم رأيت في كتاب مزيل الشبهات في إثبات الكرامات للإمام عماد الدين إسماعيل بن هبة الله بن باطيس مانصه: ومن الدليل على إثبات الكرامات آثار منقولة عن الصحابة والتابعين فمن بعدهم منهم الإمام أبوبكر الصديق رضي الله عنه قال لعائشة رضي الله عنها إنما هما أخواك و أختاك قالت هذان أخواي محمد و عبد الرحمن فمن أختاي و ليس لي إلا أسماء فقال ذو بطن ابنة خارجة قد ألقى في روعي أنها جارية فولدت أم كلثوم- ومنهم عمر بن الخطاب رضي الله عنه في قصة سارية حيث نادى وهو في الخطبة يا سارية الجبل الجبل فأسمع الله سارية كلامه و هو بنهاوند، وقصته مع نيل مصرومراسلته إياه و جريانه بعد انقطاعه- ومنهم عثمان بن عفان رضي الله عنه قال عبد الله بن سلام ثم أتيت عثمان لأسلم عليه وهو الخوخة فقال يا عثمان حصروك قلت نعم قال عطشوك قلت نعم فأدلى لي دلوا فيه ماء فشربت حتى رويت أني لاجد برده بين ثدييّ وبين كتفي فقال إن شئت نصرت عليهم وإن شئت أفطرت عندنا فاخترت أن أفطر عنده فقتل ذلك اليوم انتهى- وهذه القصة مشهورة عن عثمان مخرجة في كتب الحديث بالإسناد أخرجها الحارث بن أبي أسامة في مسنده وغيره وقد فهم المنصف منها أنها رؤية يقظة وإن لم يصلح عدها في الكرامات لأن رؤية المنام يستوي فيها كل أحد وليست من الخوارق المعدودة في الكرامات و لا ينكرها من ينكر كراما الأولياء- ومما ذكره ابن باطيس في هذا الكتاب قال ومنهم أبو الحسين محمد بن سمعون البغدادي الصوفي قال أبو طاهر محمد بن علي العلان حضرت أبا الحسين بن سمعون يوما في مجلس الوعظ وهو جالس على كرسيه يتكلم فكان أبو الفتح القواس جالسا إلى جنب الكرسي فغشيه النعاس ونام فأمسك أبو الحسين ساعة من الكلام حتى استيقظ أبو الفتح ورفع رأسه فقال له أبوالحسين رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في نومك قال نعم قال أبو الحسين لذلك

أمسكت عن الكلام خوف أن تنزعج وينقطع ما كنت فيه۔ فهذايشعر بأن ابن سمعون رأى النبي صلى الله عليه وسلم يقظة لما حضر و رآه أبو الفتح في نومه، وقال أبو بكر بن أبيض في جزئه سمعت أبا الحسن بنانا الحمال الزاهد يقول حدثني بعض أصحابنا قال كان بمكة رجل يعرف بابن ثابت قد خرج من مكة إلى المدينة ستين سنة ليس إلا للسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم و يرجع فلما كان في بعض السنين تخلف لشغل أو سبب فقال بينا هو قاعد في الحجرة بين النائم و اليقظان إذا رأى النبي صلى الله عليه وسلم و هو يقول يا ابن ثابت لم تزرنا فزرناك۔

(تنبيهات)

الأول: أكثر ما تقع رؤية النبي صلى الله عليه وسلم في اليقظة بالقلب ثم يترقى إلى أن يرى بالبصر، وقد تقدم الأمران في كلام القاضي أبي بكر بن العربي لكن ليست الرؤية البصرية كالرؤية المتعارفة عند الناس من رؤية بعضهم لبعض وإنما هي جمعية حالية و حالة برزخية و أمر وجداني لا يدرك حقيقته إلا من باشره۔ وقد تقدم عن الشيخ عبد الله الدلاصي فلما أحرم الإمام و أحرمت أخذتني إخذة فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فأشار بقوله أخذه إلى هذه الحالة۔ الثاني: هل الرؤية لذات المصطفى صلى الله عليه وسلم بجسمه و روحه أو لمثاله؟ الذين رأيتهم من أرباب الأحوال يقولون بالثاني و به صرح الغزالي فقال ليس المراد أنه يرى جسمه و بدنه بل مثالا له صار ذلك المثال آلة يتأدى بها المعنى الذي في نفسه قال والآلةتارة تكون حقيقة و تارة تكون خيالية والنفس غير النفس غير المثال المتخيل فما رآه من الشكل ليس هو روح المصطفى و لا شخصه بل هو مثال له على التحقيق قال و مثل ذلك من يرى الله تعالى في المنام فأن ذاته منزهة عن الشكل و الصورة ولكن تنتهي تعريفاته إلى العبد بواسطة مثال محسوس من نور أو

غيره و يكون ذلك المثال حقا في كونه واسطة في التعريف فيقول الرائي رأيت الله في المنام لا يعني أني رأيت ذات الله كما تقول في حق غيره انتهى- وفصل القاضي أبو بكر بن العربي فقال رؤية النبي صلى الله عليه وسلم بصفته المعلومة إدراك على الحقيقة و رأيته على غير صفته إدراك للمثال- وهذا الذي قاله في غاية الحسن ولا يمتنع رؤية ذاته الشريفة بجسده و روحه و ذلك لأنه صلى الله عليه وسلم و سائر الأنبياء أحياء ردت إليهم أرواحهم بعد ما قبضوا و أذن لهم بالخروج من قبورهم والتصرف في الملكوت العلوي السفلي- وقدألف البيهقي جزءا في حياة الأنبياء- وقال في دلائل النبوة الأنبياءأحياء عند ربهم كالشهداء- وقال في كتاب الاعتقاد الأنبياء بعد ما قبضوا ردت إليهم أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء- وقال الأستاذ أبو منصور عبد القاهر بن طاهر البغدادي المتكلمون المحققون من أصحابنا أن نبينا صلى الله عليه وسلم حي بعد وفاته و أنه يبشر بطاعات أمته و يحزن بمعاصي العصاة منهم و أنه تبلغه صلاة من يصلي عليه من أمته- و قال أن الأنبياء لا يبلون ولا تأكل الأرض منهم شيئا- وقدمات موسى في زمانه فأخبر نبينا صلى الله عليه وسلم أنه رآه في قبره مصليا- وذكر في حديث المعراج أنه رآه في السماء الرابعة ورأى آدم و إبراهيم و إذا صح لنا هذا الأصل قلنا نبينا صلى الله عليه وسلم قد صار حيا بعد وفاته وهو على نبوته انتهى- وقال القرطبي في التذكرة في حديث الصعقة نقلا عن شيخه: الموت ليس بعدم محض و إنما هو انتقال من حال إلى حال و يدل على ذلك أن الشهداء بعد قتلهم و موتهم أحياء يرزقون فرحين مستبشرين و هذه صفة الأحياء في الدنيا و إذا كان هذا في الشهداء فالأنبياء أحق بذلك و أولى- وقد صح أن الأرض لا تأكل أجساد الأنبياء وأنه صلى الله عليه وسلم اجتمع بالأنبياء ليلة الإسراء في بيت المقدس و في السماء و رأى موسى قائما يصلي في قبره و أخبر صلى الله عليه وسلم أنه يرد السلام على كل من يسلم عليه إلى غير ذلك مما

غيره و يكون ذلك المثال حقا في كونه واسطة في التعريف فيقول الرائي رأيت الله في المنام لا يعني أني رأيت ذات الله كما تقول في حق غيره انتهى- وفصل القاضي أبو بكر بن العربي فقال رؤية النبي صلى الله عليه وسلم بصفته المعلومة إدراك على الحقيقة و رأيته على غير صفته إدراك للمثال- وهذا الذي قاله في غاية الحسن ولا يمتنع رؤية ذاته الشريفة بجسده و روحه و ذلك لأنه صلى الله عليه وسلم و سائر الأنبياء أحياء ردت إليهم أرواحهم بعد ما قبضوا و أذن لهم بالخروج من قبورهم والتصرف في الملكوت العلوي السفلي- وقدألف البيهقي جزءا في حياة الأنبياء- وقال في دلائل النبوة الأنبياءأحياء عند ربهم كالشهداء- وقال في كتاب الاعتقاد الأنبياء بعد ما قبضوا ردت إليهم أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء- وقال الأستاذ أبو منصور عبد القاهر بن طاهر البغدادي المتكلمون المحققون من أصحابنا أن نبينا صلى الله عليه وسلم حي بعد وفاته و أنه يبشر بطاعات أمته و يحزن بمعاصي العصاة منهم و أنه تبلغه صلاة من يصلي عليه من أمته- و قال أن الأنبياء لا يبلون ولا تأكل الأرض منهم شيئا- وقدمات موسى في زمانه فأخبر نبينا صلى الله عليه وسلم أنه رآه في قبره مصليا- وذكر في حديث المعراج أنه رآه في السماء الرابعة ورأى آدم و إبراهيم و إذا صح لنا هذا الأصل قلنا نبينا صلى الله عليه وسلم قد صار حيا بعد وفاته وهو على نبوته انتهى- وقال القرطبي في التذكرة في حديث الصعقة نقلا عن شيخه: الموت ليس بعدم محض و إنما هو انتقال من حال إلى حال و يدل على ذلك أن الشهداء بعد قتلهم و موتهم أحياء يرزقون فرحين مستبشرين و هذه صفة الأحياء في الدنيا و إذا كان هذا في الشهداء فالأنبياء أحق بذلك و أولى- وقد صح أن الأرض لا تأكل أجساد الأنبياء وأنه صلى الله عليه وسلم اجتمع بالأنبياء ليلة الإسراء في بيت المقدس و في السماء و رأى موسى قائما يصلي في قبره و أخبر صلى الله عليه وسلم أنه يرد السلام على كل من يسلم عليه إلى غير ذلك مما

الحالة وهي الحياة في البرزخ بعد الموت حاصلة لأحاد الأمة من الشهداء و حالهم أعلى و أفضل ممن تكن له هذه الرتبة لا سيما في البرزخ ولا تكون رتبة أحد من الأمة أعلى من رتبة النبي صلى الله عليه وسلم بل إنما حصل لهم هذه الرتبة بتزكيته و تبعيته و أيضا فإنما استحقوا هذه الرتبة بالشهادة و الشهادة حاصلة للنبي صلى الله عليه وسلم على أتم الوجوه و قال عليه السلام مررت على موسى ليلة أسري بي عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلي في قبره- وهذا صريح في أثبات الحياة لموسى وصف به الجسد ،وفي تخصيصه بالقبر دليل على هذا فإنه لو كان من أوصاف الروح لم يحتج لتخصيصه بالقبر فإن أحدا لم يقل ان أرواح الأنبياء مسجونة في القبر مع الأجساد و أرواح الشهدا أو المؤمنين في الجنة- وفي حديث ابن عباس سرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين مكة المدينة فمررنا بواد فقال أي واد هذا فقالوا وادي الأزرق فقال كأني أنظرإلى موسى واضعا أصبعيه في أذنيه له جوار إلى الله بالتلبية ما را بهذا الوادي ثم سرنا حتى أتينا على ثنية قال كأني أنظر إلىة يونس على ناقة حمراء عليه جبة صوف مارا بهذا الوادي ملبيا ، سئل هنا كيف ذكر حجهم و تلبيتهم وهم أموات و هم في الأخرى ليستدار عمل وأحيب بأن الشهداء أحياء عند ربهم يرزقون فلا يبعد أن يحجوا و يصلوا و يتقربوابما استطاعوا وأنهم وإن كانو في الأخرى فأنهم في هذه الدنيا التي هي دار العمل حتي إذا فنيت مدتها واعتقبتها الأخرى التي هي دار الجزاء انقطع العمل- هذالفظ القاضي عياض فإذا كان القاضي عياض يقول أنهم يحجون بأجسادهم و يفارقون قبورهم فكيف يستنكر مفارقة النبي صلى الله عليه وسلم لقبره فإن النبي صلى الله عليه وسلم إذا كان حاجا وإذا كان مصليا بجسده في السماء فليس مدفونا في القبر انتهى- فحصل من مجموع هذا النقول و الأحاديث أن النبي صلى الله عليه وسلم حي بجسده و روحه وأنه يتصرف و يسير حيث شاء في أقطار الأرض وفي الملكوت و هو

بهيئته التي كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه شيء و أنه مغيب عن الأبصار كما غيبت الملائكة مع كونهم أحياء بأجسادهم فإذا أراد الله رفع الحجاب عمن أراد إكرامه برؤيته رآه على هيئته التي هو عليها لا مانع من ذلك ولا داعي إلى التخصيص برؤية المثال- الثالث: سئل بعضهم كيف يراه الراؤن المتعددون في أقطار متباعدة فأنشد:

كالشمس في كبد السماء و ضوؤها

يغشى البلاد مشارقا ومغاربا

وفي مناقب الشيخ تاج الدين بن عطاءالله عن بعض تلامذته قال حججت فلما كنت في الطواف رأيت الشيخ تاج الدين في الطواف فنويت أن أسلم عليه إذا فرغ من طوافه فلما فرغ من الطواف جئت فلم أره ثم رأيته في عرفة كذلك و في سائر المشاهد كذلك فلما رجعت إلى الشيخ فقيل لي طيب فقلت هل سافر قالوا لا فجئت إلى القاهرة سألت عن الشيخ فقيل لي من رأيت فقلت يا سيد رأيتك فقال يا فلان الرجل الكبير يملأ الكون لو دعي القطب من حجر لأجاب فإذا كان القطب يملأ الكون فسيد المرسلين صلى الله عليه وسلم من با ب أولى- وقد تقدم عن الشيخ أبي العباس الطنجي أنه قال وإذا بالسماء و الأرض و العرش والكرسي مملوءة من رسول الله صلى الله عليه وسلم-

الرابع: قال يلزم على هذا أن تثبت الصحبة لمن رآه-

والجواب: أن ذلك ليس بلازم أما أن قلنا بأن المرئي المثال فواضح لأن الصحبة إنما تثبت برؤية ذاته الشريفة جسدا و روحا- وإن قلنا المرئي الذات فشرط الصحبة أن يراه وهو في عالم الملك وهذه رؤية وهو في عالم الملكوت و هذه الرؤية لا تثبت صحبته- ويؤيد ذلك أن الأحاديث وردت بأن جميع أمته عرضوا عليه فرآهم ورأوه ولم تثبت الصحبة للجميع لأنها رؤية في عالم الملكوت فلا تفيد صحبته-

(خاتمة)

أخرج أحمد في مسنده والخرائطي في مكارم الأخلاق من طريق أبي العالية عن رجل من الأنصار قال خرجت من أهلي أريد النبي صلى الله عليه وسلم فإذا به قائم ورجل معه مقبل عليه فظننت أن لهما حاجة قال الأنصاري لقد قام رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى جعلت ارثي له من طول القيام قال ولقد رأيته قلت نعم قال: أ تدري من هو؟ قلت لا قال ذاك جبريل ما زال يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه ثم قال: أما إنك لو سلمت رد عليك السلام- وأخرج أبو موسى المديني في المعرفة عن تميم بن سلمة قال: بينا أنا عند النبي صلى الله عليه وسلم إذ انصرف من عنده رجل فنظرت إليه موليا معتما بعمامة قد أرسلها من وراءه قلت: يا رسول الله من هذا قال هذا جبريل- وأخرج أحمد والطبراني والبيهقي في الدلائل عن حارثة بن النعمان قال مررت على رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه جبريل فسلمت عليه و مررت فلما رجعنا وانصرف النبي صلى الله عليه وسلم، قال: هل رأيت الذي كان معي؟ قلت: نعم قال: فإنه جبريل وقد رد عليك السلام- وأخرج ابن سعد عن حارثة قال رأيت جبريل من الدهر مرتين- وأخرج أحمد و البيهقي عن ابن عباس قلت:كنت مع أبي عند رسول الله صلى الله عليه وسلم و عنده رجل يناجيه فكان كالمعرض عن أبي فخرجنا فقال لي أبي: يا بني! ألم تر إلى ابن عمك كالمعرض عني؟ قلت: ياأبت! أنه كان عنده رجل يناجيه فرجع فقال: يا رسول الله! قلت: لعبد الله كذا وكذا فقال: إنه كان عندك رجل يناجيك فهل كان عندك أحد؟ قال: و هل رأيته يا عبد الله؟ قلت: نعم قال: ذاك جبريل هو الذي يشغلني عنك- وأخرج ابن سعد عن ابن عباس قال رأيت جبريل مرتين - وأخرج البيهقي عن ابن عباس قال عاد رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا من الأنصار فلما دنا من منزله سمعه يتكلم في الداخل فلما دخل لم

ير أحدا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كنت تكلم قال: يا رسول الله (صلي الله عليه وسلم) دخل علي داخل ما رأيت رجلا قطّ بعدك أكرم مجلسا ولا أحسن حديثا منه قال ذاك جبريل وإن منكم لرجالا لو أن أحدهم يقسم على الله لأبره- وأخرج أبو بكر بن أبي داود في كتاب المصاحف عن أبي جعفر قال كان أبو بكر يسمع مناجاة جبريل للنبي صلى الله عليه وسلم- وأخرج محمد بن نصر المروزي في كتاب الصلاة عن حذيفة بن اليمان أنه أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال له بينما أنا أصلي إذ سمعت متكلما يقول اللهم لك الحمد كله و لك الملك كله و بيدك الخير كله و إليك يرجع الأمر كله علانيته و سره أهل أن تحمد إنك على كل شيء قدير اللهم إغفر لي جميع ما مضى من ذنوبي و اعصمني فيما بقي من عمري وارزقني عملا زاكيا ترضى به عني فقال النبي صلى الله عليه وسلم ذاك ملك أتاك يعلمك تحميد ربك، وأخرج محمد بن نصر عن أبي هريرة قال بينما أنا أصلي إذ سمعت متكلما يقول اللهم لك الحمد كله قال فذكر الحديث نحوه- وأخرج ابن أبي الدنيا في كتاب الذكر عن أنس بن مالك قال: قال أبي بن كعب لأدخلن المسجد فلأصلين ولأحمدن الله بمحامد لم يحمده بها أحد فلما صلى وجلس ليحمد الله و يثني عليه إذا هو بصوت عال من خلف يقول اللهم لك الحمد كله ولك الملك كله و بيدك الخير كله و إليك يرجع الأمر كله علانيته و سره لك الحمد إنك على كل شيء قدير إغفرلي ما مضى من ذنوبي و اعصمني فيما بقي من عمري وارزقني أعمالا زاكية ترضى بها عني و تب علي فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقص عليه فقال ذاك جبريل-

وأخرج الطبراني والبيهقي عن محمد بن مسلمة قال مررت على رسول الله صلى الله عليه وسلم واضعا خده على خد رجل فلم أسلم ثم رجعت فقال لي ما منعك أن تسلم قلت: يا رسول الله رأيتك فعلت

بهذا الرجل شيئا ما فعلته بأحد من الناس فكرهت أن أقطع عليك حديثك فمن كان يا رسول الله؟ قال: جبريل-

وأخرج الحاكم عن عائشة قالت رأيت جبريل واقفا في حجرتي هذه و رسول الله صلى الله عليه وسلم يناجيه فقلت يا رسول الله من هذا؟ قال: بمن شبهته قلت بدحية قال لقد رأيت جبريل-

وأخرج البيهقي عن حذيفة قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم خرج فتبعته فإذا عارض قد عرض له فقل لي يا حذيفة هل رأيت العارض الذى عرض لي؟ قلت: نعم قال: ذاك ملك من الملائكة لم يهبط إلى الأرض قبلها استأذن ربه فسلم علي و بشرني بالحسن و الحسين أنهما سيدا شباب أهل الجنة وأن فاطمة سيدة نساء أهل الجنة-

و اخرج الطبراني عن حذيفة قال:بت عند رسول الله صلي الله عليه و سلم فرأيت عنده شخصاً فقال لي: يا حذيفة هل رأيت؟ قلت:نعم يا رسول الله-قال: هذا ملك لم يهبط الي منذ بعثتِ،أتاني الليلة فبشرني أنّ الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنّة-

وأخرج أحمد والبخاري تعليقا ومسلم والنسائي وأبو نعيم والبيهقي كلاهما في دلائل النبوة عن أسيد بن حضير أنه بينما هو يقرأ من الليل سورة البقرة و فرسه مربوطة عنده إذ جالت الفرس فسكت، فسكنت ثم قرأ فجالت فسكت ،فسكنت فرفع رأسه إلى السماء فإذاهي بمثل الظلة فيها أمثال المصابيح عرجت إلى السماء حتي ما يراها فلما أصبح حدّث رسول الله صلى الله عليه وسلم بذلك فقال تلك الملائكة دنت لصوتك ولو قرأت لأصبحت تنظر الناس إليها لا تتواري منهم-وأخرج الواقدي وأبن عساكر عن عبد الرحمن بن عوف قال: رأيت يوم بدر رجلين عن يمين النبي صلى الله عليه وسلم أحدهما و عن يساره احدهما يقاتلان أشد القتال ثم ثالث من خلفه ثم ربعهما رابع أمامه-

وأخرج إسحاق ابن راهويه في مسنده و ابن جرير في تفسيره و أبونعيم البيهقي كلاهما في دلائل النبوة عن أبي أسيد الساعدي رضي الله عنه أنه قال بعد ما عمي: لو كنت معكم ببدر الأن و معي بصري لأخبرتكم بالشعب الذي خرجت منه الملائكة لا أشك ولا أتماري، و أخرج البيهقي عن أبي بردة بن نياز قال: جئت يوم بدر بثلاثة رؤوس فوضعتهن بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم فقلت: يا رسول الله! أما رأسان فقتلتهما وأما الثالث فإني رأيت رجلا أبيض طويلا ضربه فأخذت رأسه فقال رسول الله صلي الله عليه وسلم: ذاك فلان من الملائكة-

وأخرج البيهقي عن ابن عباس قال: كان الملك يتصور في صورة من تعرفون من الناس يثبتونهم فيقول:إني دنوت منهم فسمعتهم يقولون: لو حملوا علينا ما ثبتنا ليسوا بشي ء فذلك قوله تعالى (إذ يوحي ربك إلى الملائكة أني معكم فثبتوا الذين آمنوا) -

وأخرج أحمد وابن سعد و ابن جرير و أبو نعيم في الدلائل عن ابن عباس قال: كان الذي أسر العباس أبو اليسر كعب بن عمرو كان أبو اليسر رجلا جموعا وكان العباس رجلا جسيما فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أبا اليسر! كيف أسرت العباس؟ فقال: يا رسول الله! لقد أعانني عليه رجل ما رأيته قبل ذلك و لابعده هيئته كذا و كذا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لقد أعانك عليه ملك كريم، وأخرج ابن سعد والبيهقي عن عمار بن أبي عمار أن حمزة بن عبد المطلب قال: يارسول الله! أرني جبريل في صورته! قال: أقعد! فقعد، فنزل جبريل علي خشبه كانت في الكعبة فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ارفع طرفك فانظر! فرفع طرفه فرأى قدميه مثل الزبرجد الأخضر،وأخرج ابن أبي الدنيا في كتاب القبور والطبراني في الأوسط عن ابن عمر قال: بينا أنا أسير بجنبات بدر إذ خرج رجل من حفرة في عنقه سلسلة فناداني يا عبد الله! اسقني و خرج رجل من تلك الحفرة في يده سوط فناداني: يا

عبد الله! لا تسقه فإنه كافر ثم ضربه بالسوط حتى عاد إلى حفرته فأتيت النبي صلى الله عليه وسلم فأخبرته فقال لي أو قد رأيته؟ قلت :نعم قال: ذاك عدو الله 'أبو جهل' و ذاك عذابه إلى يوم القيامة، محل الاستدلال رؤيته الرجل الذي خرج عقبه و ضربه بالسوط فإنه الملك الموكل بتعذيبه-

وأخرج ابن أبي الدنيا و الطبراني و ابن عساكر من طريق عروة بن رويم عن العرباض بن سارية الصحابي رضي الله عنه أنه كان يحب أن يقبض فكان يدعو: "اللهم كبرت سني و وهن عظمي فاقبضني إليك قال: فبينما أنا يوما في مسجد دمشق و أنا اصليه وأدعو أن أقبض إذا أنا بفتي شاب من أجمل الرجال وعليه رواج أخضر فقال: ما هذا الذي تدعو به؟ قلت: و كيف أدعو؟ قال: "قل: اللهم حسن العمل و بلغ الأجل" قلت: من أنت؟ 'يرحمك الله' قال: أنا رتابيل الذي يسل الحزن من صدور المؤمنين ثم التفت فلم أر أحدا-

وأخرج ابن عساكر في تاريخه عن سعيد بن سنان قال: أتيت بيت المقدس أريد الصلاة فدخلت المسجد فبينما أنا على ذالك إذ سمعت خفيفا له جناحان قد أقبل وهو يقول: "سبحان الدائم القائم سبحان الحي القيوم سبحان الملك القدوس سبحان رب الملائكة والروح سبحان الله و بحمده سبحان العلي الأعلى سبحانه وتعالى" ثم أقبل حفيف يتلوه و يقول: مثل ذلك ثم أقبل حفيف بعد حفيف يتجاوبون بها حتى امتلأ المسجد فإذا بعضهم قريب مني فقال: أدمي؟ قلت: نعم قال: لا روع عليك هذه الملائكة-

(تذنيب)

ومما يمكن أن يدخل هنا ما أخرجه أبو داؤد من طريق أبي عمير بن أنس عن عمومة له من الأنصار أن عبدالله بن زيد قال: يا رسول الله! إني لبين نائم و يقظان إذ أتاني آت فأراني الأذان وكان عمر بن الخطاب قد رآه قبل ذلك فكتمه عشرين يوما- وفي كتاب

الصلاة لأبي نعيم الفضل بن دكين أن عبد الله بن زيد قال: لولا اتهامي لنفسي لقلت: إني لم أكن نائما-

وفي سنن أبي داود من طريق ابن أبي ليلى جاء رجل من الأنصار فقال: يارسول الله! رأيت رجلا كان عليه ثوبين أخضرين فأذن ثم قعد قعدة ثم قام فقال: مثلها إلا أنه يقول: "قد قامت الصلاة" و لو لا أن يقول الناس لقلت: إني كنت يقظانا غير نائم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لقد أراك الله خيرا-

قال: الشيخ ولي الدين العراقي في شرح سنن أبي داود "قوله أني لبين نائم و يقظان" مشكل، لأن الحال لا يخلو عن نوم أو يقظة فكأن نومه كان خفيفا قريبا من اليقظة فصار كأنه درجة متوسطة بين النوم واليقظة-

قلت: أظهر من هذا أن يحمل علي الحالة التي تعتري أرباب الأحوال و يشاهدون فيها ما يشاهدون و يسمعون ما يسمعون و الصحابة رضي الله عنهم هم رؤس أرباب الأحوال-

وقد ورد في عدة أحاديث أن أبا بكر وعمر و بلالا رأوا مثل ما رأى عبد الله بن زيد-

وذكر إمام الحرمين في "النهاية" و لغزالي في "البسيط" أن بضعة عشر من الصحابة كلهم قد رأى مثل ذلك ،و في الحديث أنّ الذي نادى بالأذان فسمعه عمر و بلال جبريلُ أخرجه الحارث بن أبي أسامة في مسنده،و يشبه هذا ما أخرجه ابن عساكر في تاريخه عن محمد بن المنكدر قال: دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم على أبي بكر فرآه ثقيلا فخرج من عنده فدخل على عائشة فإنّه ليخبرها بوجع أبي بكر إذ دخل أبو بكر يسأذن فدخل فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يتعجب لما عجل الله له من العافية فقال: "ما هو إلا أن خرجت من عندي فغفوت فأتاني جبريل عليه السلام فسعطني سعطة فقمت و قد برأت فلعل هذه غفوة حال لا غفوة نوم-

وأخرج الطبراني في الكبير و أبو نعيم عن سهم بن حبيس و كان ممن شهد قتل عثمان قال فلما أمسينا قلت كيف تركتم صاحبكم حتى يصبح مثلوا به فانطلقا به إلى بقيع الغرقد فأمسكنا له من جوف الليل ثم حملناه و غشينا سوادا من خلفنا فهبناهم حتى كدنا أن نتفرق عنه فنادى مناد لا روع عليكم اثبتوا فإنا فئنا نشهد معكم ،وكان ابن حبيس يقول هم والله الملائكة ،وقال نعيم بن حماد في الكتاب الفتن حدثنا محمد بن شابور عن نعمان بن منذر عن عوف بن مالك قال دخلنا أرض الروم في غزوة الطوابة، فنزلنا صرحا فأخذت أنا برؤس ذوات أصحابي فطولت لها فإنطلق أصحابي يتعلقون فبينما أنا كذلك إذ سمعت"السلام عليكم و رحمة الله"فقال أمن امة محمد قلت نعم قال فاصبر فإن هذه الإمة أمة مرحومة كتب الله عليها خمس فتن و خمس صلوات، قلت فبين لي ،قال أما احداهن فموت نبيكم عليه الصلوة و السلام و اسمها في كتاب الله نعسة، ثم قتل عثمان وإسمها في كتاب الصماد ثم فتنة ابن زبير وإسمها في كتاب الله تعالى العمياء ثم فتنة ابن الأشعب و إسمها في كتاب الله اليقين ثم تولى وهو يقول و فتنة الظلم فلم ادري كيف ذهب۔

☆☆☆☆

تمت بحمد الله و عونه و حسن توفيقه و صلى الله على سيدنا محمد و على اله و صحبه وسلم تسليما كثيرا دائما ابدا